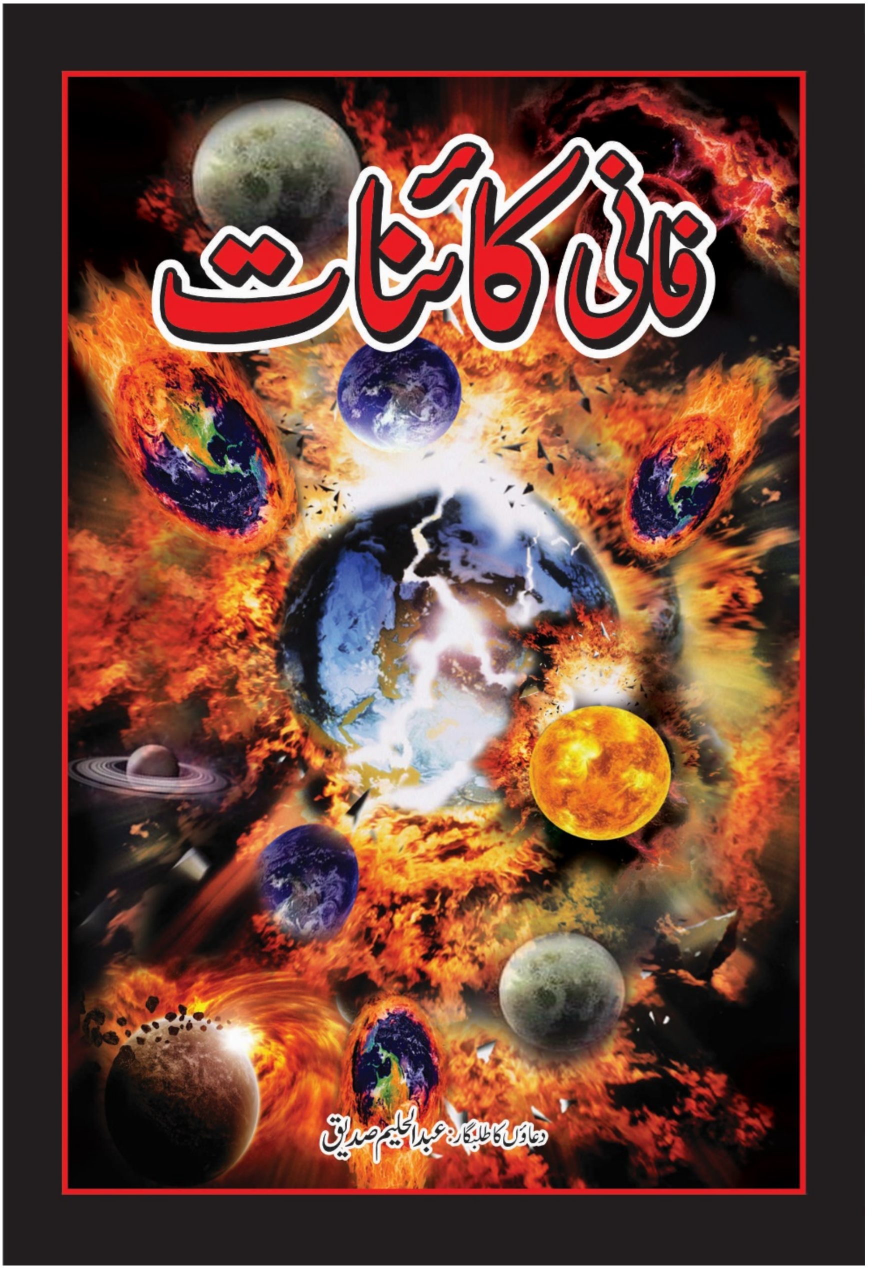
فانی کائنات
دعاؤں کا طلبگار: عبدالحلیم صدیق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

میں اس کتاب " فانی کائنات " کو اپنے والدین کے نام منسوب کرتا ہوں، اللہ اِسے اُن کے لئے صدقہ جاریہ، گناہوں کی بخشش اور درجات کی بلندی کا ذریعہ بنائے۔ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ ان کے سارے گناہوں کو معاف فرمائے اور مجھے ان کے لئے صدقہ جاریہ بنائےاور اس کتاب کو اللہ میرے لیے، میرے اہل وعیال، رشتہ دار، دوست احباب اور کل مسلیمین کے لیے ثواب کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اللہ نے کائنات کو انسانوں کے لئے امتحان گاہ بنایا ہے، اسی لیے کائنات کو انسانوں کے تابع کر دیا ہے۔ انسان کی تخلیق کا اہم مقصد ربّ کو پہچاننے کے لئے اپنی عقل کا استعمال ہے۔ جب ہم ربّ کو کائنات اور ارد گرد کی نشانیوں سے پہچان لیں تو وہ ہمیں سب سے زیادہ محبوب ہونا چاہیے۔ محبوب حقیقی ہونے کے ناطے اس کے رنگ میں رنگ جانا چاہیے، یعنی اس کی صفات کو اپنانا چاہیے۔ اللہ نے جنت ایسے لوگوں کے لیے تخلیق کی ہے، جو اس کی صفات کو اپناتے ہیں، اللہ کی عطا کردہ چیزوں پر قناعت کرتے ہیں، دنیا میں اس کی مخلوق کے ساتھ صلح اور ہم آہنگی کے ساتھ رہتے ہیں۔ دوسری طرف، اس نے دوزخ کو ان لوگوں کے لئے پیدا کیا ہے جو اپنے آپ کو شیطانی صفات سے آراستہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگ حقیقی ربّ کو جھٹلاتے ہیں، یا اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ وہ ظلم کرتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، غیبت کرتے ہیں، دوسروں کے حقوق پامال کرتے ہیں، لوگوں کی حالت زار سے بے پرواہ ہوتے ہیں، طاقت کے بھوکے، مطلب پرست، کینہ پرور اور خود کو دیوتا سمجھتے ہیں۔

میرا پہلا عنوان اس کائنات کی حقیقت کو آشکار کرنا ہے۔ اب یہ ایک معروف حقیقت ہے کہ کائنات کا آغاز اور اس کا ایک ڈیزائن ہے۔ کوئی بھی چیز جس کی شروعات ہو، اس کے خالق کا ہونا ضروری ہے، اور اس کا خالق اللہ ہے جو مادہ، جگہ اور وقت سے آزاد ہے۔ اللہ نے کائنات کو کامل ڈیزائن اور توازن کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ میں نے ان عظیم سائنس دانوں کے اقوال درج کیے ہیں جو اس بات پر متفق ہیں کہ سائنس کا سطحی علم خدا سے دور کرتا ہے، لیکن سائنس کا گہرا علم خدا کو تسلیم کرواتا ہے۔ پھر میں تخلیق کے مقصد پر گفتگو کروں گا۔ اللہ نے ہر چیز کے ایس اوپیز مقرر کر کے کائنات کو انسانوں کے تابع کر دیا ہے۔ تخلیق کا ایک اور بنیادی مقصد انسانیت کی بہتری کے لئے نظام کو سمجھنے، تبدیل/ترمیم کرنے کے لئے اپنی دانش کو استعمال کرنا ہے۔

اللہ نے انسان کو اچھائی اور برائی کے شعور کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ بدقسمتی سے، انسان بھلائی کو نظر انداز کرتا ہے اور برائی کی طرف راغب ہوتا ہے، جس کی وجہ سے وہ مغرور اور اپنے بھائی بندوں کی حالت زار پر بے حس بن جاتا ہے۔ نہ صرف وہ موت کو بھلا دیتا ہے، بلکہ آخرت کی جوابدہی کا بھی انکار کرتا ہے۔ وہ اپنے تعصب کے خول میں بند رہ کر، بغیر کسی واضح ثبوتوں کے اپنے آپ کو خود ساختہ جھوٹے خداؤں کے تابع کر لیتا ہے۔ چونکہ موت ناگزیر ہے، لہٰذا ہر فرد اپنے مقررہ وقت پر اس کا مزا چکھے گا۔ وہ خالی ہاتھ دنیا میں آیا تھا، اور خالی ہاتھ ہی دنیا سے جائے گا۔ اس کے بعد میں قیامت، یوم بعثت، اور یوم جزا پر تبادلہ خیال کروں گا۔ پھر جنت کی کچھ آسائشوں اور جہنم کے عذاب کے بارے میں گفتگو کروں گا۔ میں تیسری قسم بلندیوں کے لوگوں پر بھی تبادلہ خیال کروں گا، اور اپنے تبصرے اور دعا کے ساتھ کتاب کا اختتام کروں گا۔

دعاؤں کا طالب

عبدالحلیم صدیق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

1. فانی کائنات کی حقیقت 5
2. مقصد حیات 16
   2.1 کائنات کے sop's 28
3. انسان کی تخلیق 34
   3.1 انسان کی حقیقت 35
   3.2 انسان کی ادنیٰ تخلیق 36
   3.3 انسان جھگڑالو ہے 38
   3.4 انسان کا تکبر 39
   3.5 انسانی خداؤں کی حقیقت 44
   3.6 سکرات الموت 45
4. موت 48
   4.1 سوگ 52
   4.2 سوگ کے وقت پڑوسیوں وغیرہ کی ذمہ داری 55
   4.3 اسلام میں آخری رسومات 55
5. برزخ کی زندگی 65
6. قیامت کی گھڑی 69
7. یوم بعثت 71
8. یوم حساب 75
9. جنت 80
10. اعراف/بلندیاں 85
11. جہنم 85
12. امت کو مشورہ 88
13. دعا 96

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فانی کائنات کی حقیقت

جس چیز کی ابتداء ہے، وہ فنا ہونے والی ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے، اور صرف تیرے ربّ کی جلیل و کریم ذات ہی باقی رہنے والی ہے(الرحمان 26-27)۔ مزید اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اُس ذات کے۔ فرمانروائی اسی کی ہے اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو(القصص 88)۔ اس فانی کائنات کی حقیقت یہ ہے کہ لگ بھگ پندرہ ارب سال پہلے اللہ نے اسے ایک عظیم دھماکے سے پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن میں ارشاد ہے: کیا وہ لوگ جنہوں نے (نبیؐ کی بات ماننے سے) انکار کر دیا ہے غور نہیں کرتے کہ یہ سب آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے، پھر ہم نے انہیں پھاڑ کر جدا کیا، اور پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی؟ کیا وہ (ہماری اس خلاقی کو) نہیں مانتے(انبیاء 30)؟ مزید کہتے ہیں: آسمان کو ہم نے اپنے زور سے بنایا ہے اور ہم اس کو پھیلا رہے ہیں(الذّریت 47)۔ اللہ تعالیٰ نے قسمیں کھائی ہیں۔ سورج اور اس کی دُھوپ کی قسم، چاند کی قسم! جبکہ وہ اس کے پیچھے آتا ہے، اور دن کی قسم! جبکہ وہ (سورج کو) نمایاں کر دیتا ہے، رات کی قسم! جبکہ وہ (سورج کو) ڈھانک لیتی ہے، اور آسمان کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے قائم کیا، اور زمین کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے بچھایا، اور نفسِ انسانی کی اور اس ذات کی قسم! جس نے اسے متناسب بنایا(الشمس 1-7)۔ یعنی یہ اللہ ہی ہے جس نے کائنات کو اور جو کچھ بھی ان میں ہے کو پیدا کیا۔ ابتداء میں محض دھواں تھا، پھر دھوئیں سے ستارے اور سیارے بنے۔ ہر ایک کا اپنا مدار اور کہکشاں ہے۔ سیاروں اور ستاروں کی کشش ثقل کی قوتوں کو اتنی باریک بینی سے ہم آہنگ کیا گیا ہے کہ 15 ارب سال گزر جانے کے بعد بھی وہ اپنے مدار میں گردش کر رہے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ قرآن میں انسانوں کو چیلنج کرتے ہوئے کہتا ہے: جس نے تہ بر تہ سات آسمان بنائے۔ تم رحمان کی تخلیق میں کسی قِسم کی بے ربطی نہ پاؤ گے، پھر پلٹ کر دیکھو، کہیں تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے؟ بار بار نگاہ دوڑاؤ، تمہاری نگاہ تھک کر نامراد پلٹ آئے گی(ملک:4-3)(یعنی تم دیکھو گے کہ ہر چیز کو انتہائی مہارت سے متوازن رکھا گیا ہے تاکہ وہ نہ تو اپنا توازن کھوئے اور نہ ٹکرائے)۔ کائنات میں مسلسل توسیع ہو رہی ہے اور کہکشائیں **توازن کو بگاڑے بغیر ایک دوسرے میں سے گزرتی ہیں**۔ عالمگیر توازن کی انتہائی پیچیدگی کی وجہ سے، سائنسدان دو قیاس پیش کرنے پر مجبور ہوئے 1)تاریک مادہ، 2)تاریک توانائی، صرف اس بات کی وضاحت کرنے کے لئے کہ سیارے آپس میں کیوں نہیں

ٹکراتے۔ پھر بھی ملحدوں کا دعویٰ ہے کہ یہ سب اتفاق ہے۔ قرآن ان کے بارے میں کہتا ہے: ان کی آنکھیں ہیں لیکن وہ دیکھ نہیں سکتے۔ ان کے کان ہیں لیکن وہ سن نہیں سکتے۔ ان کے دل ہیں لیکن وہ سوچ نہیں سکتے۔ سبحان اللہ! انہوں نے اپنے آپ کو اپنے تعصب کے خول میں بند کر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زمین کو حیاتیات کے لئے بہترین اور موزوں بنایا ہے، اور چونکہ تمام جاندار ساٹھ سے ستر فیصد پانی پر مشتمل ہوتے ہیں، لہذا، زمین کی سطح 72.22٪ پانی اور 27.78٪ خشک زمین پر مشتمل ہے۔ اس دنیا/کائنات کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے انسانوں اور جنوں کے لئے آزمائش کی جگہ بنایا ہے، جب آزمائش ختم ہو جائے گی، تو اس کائنات کا وجود بھی ختم ہو جائے گا (قیامت کا دن، اسے شاید انسان ہی شروع کرے)۔

ذہن میں سوال اٹھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا امتحان کیوں لینا چاہتے ہیں؟ میرے خیال میں یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے اگر ہم فوج میں شامل ہونا چاہیں تو ہمیں تحریری امتحان پاس کرنا ہوگا، جسمانی طور پر فٹ ہونا ہوگا، اور پھر ہمیں اس کا حصہ بننے کے لیے سخت جسمانی ٹیسٹ/تربیت سے گزرنا پڑے گا۔ ان آزمائشوں سے ہم خوشی خوشی گزر جاتے ہیں، کیونکہ ہمیں (فوری) مادی اور سماجی حیثیت کا فائدہ نظر آتا ہے۔ جس طرح ہمیں ہر دنیاوی عہدے کے لیے امتحان سے گزرنا پڑتا ہے، اُسی طرح یہ دنیا جنت کے حصول کے لئے امتحان، آزمائش اور کردار سازی کی جگہ ہے۔ جنت میں داخل ہونے کے لیے، ہمیں زندگی کے تین اہم شعبوں میں عبور حاصل کرنا ہوگا۔ جنت میں داخلہ کے لیے سب سے پہلا اور سب سے اہم کام یہ ہے کہ: ہم کائنات کے خالق اللہ کو ہر چیز سے بڑھ کر پیار کریں۔ دوسرا اہم کام یہ ہے کہ: ہم نے اللہ کی مخلوق، خاص کر انسانوں کا خیال رکھنا سیکھنا ہے۔ اور تیسرا اہم کام یہ ہے کہ: ہمیں اپنی عقل اور قابلیت کو اللہ کی مخلوق کی بھلائی کے لئے استعمال کرنا سیکھنا ہے۔

دنیا کی خاصیت کے بارے میں ایک سائنس دان کارل ساگان نے لکھا ہے: "یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اسرار میں اس سے بہتر زندگی کا وعدہ سحر انگیز ہو سکتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم جتنا زیادہ اُدھر (سیاروں) کے بارے میں سیکھتے ہیں اتنا ہی ہمیں یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ ہماری زمین اُتنی ہی خاص ہے۔ زمین پر خلا سے دیکھنے والے پہلے خلا باز نے ایک ایسی خوبصورت، نازک دنیا دیکھی جو زندگی کے افزائش کے لئے بالکل موزوں ہے۔ سبحان اللہ! اپالو 8 کے عملے کے ایک رکن ولیم اینڈرز نے کہا، جب میں نے زمین کو افق پر ابھرتے ہوئے دیکھا، تو وہاں، ایک خوبصورت نازک محسور کن سیارے کو دیکھا، مجھ پر یہ

سوچ غالب آگئی کہ یہاں ہم لمبا راستہ طے کر کے چاند پر آئے ہیں، اور پھر بھی سب سے اہم چیز جو ہم دیکھ رہے ہیں وہ ہمارا اپنا سیارہ، زمین ہے۔ 22 اپریل کو یوم زمین کی 50 ویں سالگرہ کے موقع پر، نو وجوہات پیش کی گئیں کہ کیوں ہماری زمین رہنے کے لئے بہترین جگہ ہے:

1)۔ ہم گہری صاف ستھری سانس لے سکتے ہیں: دوسرے سیاروں پر ہم ہلکی چھوتی ہوئی بہار ہوا کے مزے اور نائٹروجن اور آکسیجن سے بھرپور ہوا کی لمبی سانسیں نہیں لے سکیں گے۔ دوسرے سیاروں پر ہم ملبوسات اور حفاظتی ماسک کے ساتھ کرونا مریضوں کی طرح ہوں گے۔ پھر بھی، شدید موسم اور تابکاری کے خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

2) ہمارے پاس کھڑے ہونے کے لئے ٹھوس زمین ہے: زمین پر گھاس، پہاڑی سلسلے، برفیلے گلیشیر اور آب و ہوا موجود ہے جو حیاتیات کے لئے بہترین ہے۔ سائنس دان ابھی تک یہ نہیں جانتے کہ مشتری، ایک ایسا بڑا سیارہ ہے جس کے اندر 1300 زمین سما سکتی ہیں کہ اس میں کوئی ٹھوس جگہ بھی ہے کہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب سائنسدان یہ تسلیم کرتے ہیں کہ کھڑے ہونے کے لئے ٹھوس جگہ ہونا عیش و آرام کی طرح لگتا ہے جب اس کا دوسرے سیاروں کے ساتھ موازنہ کیا جائے۔

3) چار موسم جو بار بار آتے ہیں: ریکارڈ شدہ تاریخ بتاتی ہے کہ لوگوں نے فطرت کے موسم سرما کی ویرانیوں، موسم بہار کی شاندار رونقوں، موسم گرما کے لامتناہی دنوں اور موسم خزاں کے آرام دہ دنوں کا جشن منایا ہے۔ موسم محور پر جھکاؤ کی وجہ سے تبدیل ہوتے ہیں (زمین کا جھکاؤ 23.5 ڈگری ہے)، جو نصف کرہ کو سال بھر میں سورج کی طرف یا اس سے دور کرتا ہے۔ چوبیس گھنٹے کا دن سال کے چار موسموں کے ساتھ، فصلوں اور جاندار حیاتیات کے تنوع کے لیے موزوں ترین ہے۔

4) مقناطیسی فیلڈ اور کشش ثقل کا توازن: مقناطیسی فیلڈ اور کشش ثقل کا توازن ہمیں نقصان دہ تابکاری اور ہڈیوں کی کمزوری سے بچاتا ہے۔ بلیک ہول کے قریب ضرورت سے زیادہ کشش ثقل خلائی جہاز اور اس کے اندر موجود ہر فرد کو نوڈلز کی طرح دبا دے گی۔ جس کو سائنسدان "اسپگٹی فکیشن" کہتے ہیں۔

5) ہم خوشگوار ہوا سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں: مشتری کے رنگ برنگے بادلوں کے جھنڈ چھٹیاں منانے کے لئے شاید دلکش لگیں، لیکن ہمیں اپنے ساتھ آکسیجن اور حفاظتی لباس بھی لانے کی ضرورت ہو گی، کیونکہ مشتری کی آب و ہوا ہائیڈروجن اور ہیلیم پر مبنی ہے، اور بادل امونیا کے ہیں۔ زمین کے مقابلے میں سیارے کی زیادہ کشش ثقل اور انتہائی تیز رفتار گردش (10 گھنٹے بمقابلہ 24 گھنٹے) کی وجہ سے، ایک

اسکائی ڈائیور زمین کے مقابلے میں 2.5 گنا زیادہ تیزی سے ٹکرائے گا، اور 270 سے 425 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلنے والی ہواؤں کے ذریعہ اِدھر اُدھر پٹخا جائے گا۔ اس کے مقابلے میں زمین کا تیز ترین سمندری طوفان معمولی ہوا کی طرح محسوس ہوگا، اور اس کے بجلی کی کڑک ہمارے مقابلے میں ایک ہزار گنا زیادہ طاقتور ہے۔ پس دوسرے سیاروں کے مقابلے میں زمین پر خوشگوار ہوا کے جھونکے عیاشی ہے۔

6) یہ نیلے، سفید اور سبز رنگ کا ایک چمکتا ہوا عالم ہے: وہ جگہیں جہاں سمندر کی سطح زمین پر سب سے اونچی اور جہاں سطح سب سے کم ہے ان کے درمیان فرق تقریباً 50 فٹ یا 15 میٹر ہے۔ اور اگر اس کا موازنہ مشتری کے ساتھ کیا جائے جو سیارے کی اپنی عظیم کشش ثقل اور دو پڑوسی چاندوں یوروپا اور گنیمیڈ کی کشش ثقل کے مابین کشمکش میں مبتلا ہے۔ ان قوتوں کی وجہ سے اس کی سطح باقاعدگی سے 330 فٹ (100 میٹر) تک اُبھر جاتی ہے (یہ اس کے پتھر اوپر اور نیچے ہوتے ہیں، پانی نہیں)۔ اس کا اندرونی حصہ بہت گرم ہے، جس کی وجہ سے یہ نظام شمسی میں سب سے زیادہ آتش فشاں والا سیارہ ہے۔ کچھ لاوا کے چشمے جب پھوٹ پڑتے ہیں تو کئی میل کی بلندی تک جاتے ہیں۔ لاوا، سلفر ڈائی آکسائیڈ ہوا اور شدید تابکاری پر مشتمل ہے۔ یہ انسانوں کے لئے ساحل سمندر پر تعطیلات کا ماحول پیش نہیں کرتا۔ سبحان اللہ!

7) زمین پر پانی اور آکسیجن کے ساتھ دھوپ، ابر آلود اور بارش کے دن ہیں: کائنات کی ایک جگہ جو زمین کے ساتھ انسانوں کے گھر کا مقابلہ کر سکتی ہے، وہ ٹائٹن ہے۔ زحل کا یہ سیارہ گنیمیڈ کے بعد ہمارے نظام شمسی کا دوسرا سب سے بڑا چاند ہے۔ ٹائٹن کئی طرح سے ہماری طرح کی دنیا سے ملتا جلتا ہے۔ اس کی گہری فضا ہمیں گھر کی یاد دلائے گی، حالانکہ وہاں ہوا کا دباؤ زمین کے مقابلے میں قدرے زیادہ ہے۔ وہاں کی فضا انسانوں کو نقصان دہ تابکاری سے بچائے گی۔ زمین کی طرح، ٹائٹن میں بادل، بارش، جھیلیں اور دریا، اور یہاں تک کہ نمکین پانی کا ایک زیر زمین سمندر بھی ہے۔ اس چاند کے کچھ حصے زمین کے کچھ حصوں سے ملتے جلتے نظر آتے ہیں، پر ایک بڑی خامیوں کے ساتھ۔ اس کی فضا میں آکسیجن نہیں ہے، اور خوبصورت ندیاں اور جھیلیں مائع میتھین کی ہیں۔ اس کے نیلے آسمان میں سورج طلوع اور غروب نہیں ہوتا، اس طرح ٹائٹن پر دن کا وقت، زمین پر شام کی طرح نمودار ہوتا ہے۔

8) زمین پر خشک زمین موجود ہے: مشتری کا چاند یوروپا پر زمین کے تمام سمندروں کے مقابلے میں زیادہ مائع پانی ہے۔ اس کا سمندر افق سے افق تک پہنچتا ہے جس میں نہ ساحل ہے اور نہ زمین۔ برف کا سمندر جس نے پورے چاند کو گھیرے میں لیا ہوا ہے۔ وہاں عملی طور پر ہوا ناپید ہے اور درجہ حرارت منفی 134

سے منفی 223 ڈگری سینٹی گریڈ ہے۔ اسپیس سوٹ، درجہ حرارت اور دباؤ میں مددگار ہو سکتا ہے، لیکن یہ مشتری کے مقناطیسی فیلڈ میں پکڑے گئے ان مسحور کن جوہری ذرات سے محفوظ نہیں رہ سکتا، یوروپا پر اتنی توانائی سے ٹکراتے ہیں کہ وہ خلیوں کو توڑ ڈالیں اور ایٹم کو آئنائز کر دیں۔ یوروپا کی آئنائزڈ تابکاری انسانی جسم کے خلیوں کو نقصان پہنچاتی ہے یا اسے ختم کر دیتی ہے، یا جس سے تابکاری کی بیماری ہو جائے گی۔

9) کریم پف کی طرح کے بادل جو آتے ہیں اور جاتے ہیں: نظام شمسی سے باہر اب تک 4،000 سے زیادہ سیارے دریافت ہوئے ہیں جن کو "ایکسو پلینٹس" کہا جاتا ہے، ہم کسی ایسے سیارے کے بارے میں نہیں جانتے جو زمینی زندگی کی آسائش فراہم کرتا ہو، اور بہت سارے تو سیدھا ڈراؤنا خواب ہوں گے۔ مثال کے طور پر، کیپلر 7b ایک گیس کا دیو ہے جس کی کثافت فوم بورڈ کی طرح ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ واقعی نہانے کے ٹب میں تیر سکتا ہے (زحل سیارہ کی طرح)۔ "گرم جیپیٹرز" کہلانے والے دوسرے ایکسو پلینٹس کی طرح، یہ واقعتاً اپنے ستارے کے قریب ہے اور اس کا سال، زمین کے پانچ دنوں کے برابر ہے۔ اس کا ایک رخ ہمیشہ ستارے کی طرف ہوتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے چاند کا ایک رخ ہمیشہ زمین کی طرف ہوتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس سیارے کے آدھا حصہ ہمیشہ گرم اور روشن رہتا ہے؛ دوسرے رخ پر، رات کبھی ختم نہیں ہوتی ہے۔ اگر آپ کو زمین پر ابر آلود دن اداس کرتے ہیں، تو غور کرو کہ کیپلر -7 بی کے ایک طرف ہمیشہ گہرے بے محل بادل ہوتے ہیں، اور ان بادلوں کے بخارات 1316 ڈگری سینٹی گریڈ سے زیادہ درجہ پر پتھر اور لوہے کے ہوتے ہیں، کیپلر 7 بی خاص طور پر دن کے رخ پر ایک حقیقی بھنائی کا مقام ہو گا۔ یہ جان کر حیرت کی بات ہے کہ یہ ایکسو پلینٹس زمین سے کتنے مختلف ہو سکتے ہیں، لیکن خوشی ہے کہ ہم کیپلر پر نہیں رہتے۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے کہیں پڑھا ہے جہاں ایک سائنس دان نے کہا تھا کہ زمین پر زندگی کے وجود کے لیے، یہ لا متناہی کائنات لازمی ہے۔ لیکن صد افسوس، انسان اپنی تمام تر صلاحیتوں کے باوجود کائنات کے پیچیدہ ڈیزائن کو رد کر کے نظریہ اتفاق کی تجویز پیش کرتا ہے۔ قرآن ایسے لوگوں کو اندھا، بہرا اور گونگا کہتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک شخص اپنے خیالات میں گم ہو کر کار چلا رہا ہو، کھلی آنکھوں کے ساتھ اسے دکھتا نہیں، صحیح کان ہوتے ہوئے اسے سنتا نہیں، دل ہوتے ہوئے سوچتا نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں کہتا ہے کہ اپنے ذہن کو تمام تعصبات سے دور کر کے کائنات کی نشانیوں اور اپنے ارد گرد کی نشانیوں اور اپنے اندر کی نشانیوں پر غور کرو، تو تم ربّ کو پالو گے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سورۃ ملک میں کہتا ہے: جس نے تہ بر

تہ سات آسمان بنائے۔ تم رحمان کی تخلیق میں کسی قِسم کی بے ربطی نہ پاؤ گے، پھر پلٹ کر دیکھو، کہیں تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے؟ بار بار نگاہ دوڑاؤ، تمہاری نگاہ تھک کر نامراد پلٹ آئے گی۔ ہم نے تمہارے قریب کے آسمان کو عظیم الشّان چراغوں سے آراستہ کیا ہے(ملک:5-3)۔ طبیعیات دانوں کا کہنا ہے کہ انہیں ایسی علامات کا علم ہوا ہے جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کائنات زندگی اور شعور کے لئے ڈھالی گئی ہے۔ وہ فطرت کی اٹل طاقتوں/اصول کی بنیاد پر اس نتیجے پر پہنچے، جیسے کشش ثقل کی طاقت، ایک الیکٹران کی بجلی کی طاقت اور ایک پروٹون کا وزن، اگر ان میں تھوڑا سا بھی فرق ہوتا، تو ایٹم اکٹھے نہ رہ سکتے، ستارے روشن نہ ہوتے اور زندگی کبھی ظہور پذیر نہ ہوتی۔ میں نے ایک اور جگہ پر پڑھا تھا، جہاں سائنس دان کہتے ہیں کہ، اگر بگ بینگ کا دھماکا تھوڑا سا زیادہ زور دار ہوتا تو سیارے نہ بنتے، پس زندگی کا وجود نہ ہوتا، اس طرح اگر تھوڑا سا کم زور دار ہوتا تو یہ واپس بگ بینگ سے پہلی حالت میں چلا جاتا۔ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا۔ مگر یہ ہیں کہ کائنات کی نشانیوں کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے (اپنے تعصب کے خانے میں بند ہیں) (الانبیاء32)۔ مزید اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں، پھر اوپر کی طرف توجہ فرمائی اور سات آسمان استوار کیے۔ اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے(البقرہ:29)۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا: تب اُس نے دو دن کے اندر سات آسمان بنا دیے، اور ہر آسمان میں **اُس کا قانون وحی** کر دیا(حم السجدۃ12)۔ آج سائنس نے ثابت کیا ہے کہ، اگر فضا کی سات مختلف تہوں کا وجود نہ ہوتا تو زمین پر زندگی کا حصول ممکن نہیں تھا۔ ہم اب بھی اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ انسان کو بیرونی فضا میں بھیج سکیں۔ ہمارے پاس انتہائی نقصان دہ تابکاری اور تیز رفتار ذروں سے بچاؤ کے ملبوسات نہیں ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ قرآن میں انسانوں اور جنوں کو چیلنج کر کے کہتا ہے: اے گروہِ جنّ وانس! اگر تم زمین اور آسمانوں کی سرحدوں سے نکل کر بھاگ سکتے ہو تو بھاگ دیکھو۔ نہیں بھاگ سکتے۔ اس کے لیے لامحدود زور چاہیے۔ اپنے ربّ کی کن کن قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟ بھاگنے کی کوشش کرو گے تو) تم پر آگ کا شعلہ اور دُھواں چھوڑ دیا جائے گا جس کا تم مقابلہ نہ کر سکو گے (تابکاری، بلند درجہ حرارت اور چارج شدہ ذرات کی بمباری)۔ پس اے جِنّ وانس! تم اپنے ربّ کی کن کن قدرتوں کا انکار کرو گے؟ پھر (کیا بنے گا اُس وقت) جب آسمان پھٹے گا اور لال چمڑے کی طرح سُرخ ہو جائے گا؟ اے جن وانس (اس وقت) تم اپنے ربّ کی کن کن قدرتوں کو جھٹلاؤ گے(الرحمٰن:38-33)؟ بد قسمتی سے، جو لوگ اپنے تعصب کے خول میں بند ہیں، ان علامات کو نظر انداز کرتے ہوئے شور مچاتے رہتے ہیں کہ کائنات اور

اس کی مخلوقات اور اس میں موجود سب چیزیں محض اتفاق سے وجود میں آئیں۔ اگر ہم ان سے پوچھیں کہ کیا مونالیزا کی تصویر انسانی مداخلت کے بغیر اتفاق سے وجود میں آسکتی ہے، یا یہ کہ موٹر کار، بائیک، سڑکیں، گھر، کپڑے وغیرہ انسانی مداخلت کے بغیر خود اتفاق سے وجود میں آسکتی ہیں؟ کیا کمپیوٹر انسانی ذہانت کے بغیر خود کو اپ گریڈ کر سکتے ہیں؟ وہ ضرور کہیں گے نہیں۔ وہ لوگ جو اپنے تعصب میں بند ہیں، ان کا ماننا ہے کہ آسان چیزیں اتفاق سے معرض وجود میں نہیں آئیں، اس کے باوجود اپنی لاعلمی / تکبر میں کہتے ہیں کہ کائنات اپنی لامحدود پیچیدگیوں کے باوجود اتفاق سے وجود میں آئی۔ ان کے دعوے کی نفی میں، میں انسانی جسم کے کچھ حقائق لکھ رہا ہوں: ہمارے جسم میں 640 عضلات اور 360 جوڑ ہیں۔ دن میں اوسطاً 100 بال اُگتے اور گرتے ہیں۔ جسم میں 800 ملی لٹر فی دن پسینہ آتا ہے۔ بڑوں کی 206 ہڈیاں ہوتی ہیں جبکہ بچوں میں 300 ہڈیاں ہوتی ہیں جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مل جاتی ہیں۔ ہماری جلد میں 100 ارب خلیات ہیں اور 6 کروڑ احساس / درد محسوس کرنے والے ریسیپٹرز ہیں۔ ہمارے دماغ میں 100 ارب نیورونز ہیں، اور وہ ڈھائی لاکھ گیگا بائٹ ڈیٹا اسٹور کر سکتے ہیں۔ یہ روزانہ 60000 خیالات سوچتا ہے، اور جب بیدار ہوتا ہے تو ہمارا دماغ اتنی بجلی پیدا کرتا ہے جو ایک چھوٹا سا بلب روشن کر سکے۔ ہماری آنکھوں میں 127 ملین ریٹنا سیل ہیں جو 10 ملین مختلف رنگوں کی نشاندہی کر سکتے ہیں، اس میں 120 ملین راڈ سیل ہیں، جو 576 میگا پکسل کیمرہ کے برابر ہیں۔ ناک میں 1000 سونگھنے کے رسپٹر ہوتے ہیں جس کی مدد سے ہم 50000 مختلف مہکوں کی شناخت کر سکتے ہیں، اور ہم دن میں 30000 بار سانس لیتے ہیں۔ دل دن میں 115000 مرتبہ دھڑکتا ہے، جس کی وجہ سے ہمیشہ 6 لیٹر خون چوبیس ارب بلڈ وریدوں میں گردش کرتا ہے۔ ہمارا دل اوسط زندگی کے دوران 15 لاکھ بیرل خون پمپ کرتا ہے، اور خود اپنی بجلی پیدا کرتا ہے۔ دل سے روزانہ پیدا ہونے والی توانائی 32 کلومیٹر تک ٹرک چلا سکتی ہے۔ خون میں 30 کھرب سرخ خلیات ہوتے ہیں۔ اوسطاً اپنی زندگی کے دورانیے میں ہم 23000 لیٹر تھوک پیدا کرتے ہیں۔ ہر دس دن بعد، ہماری زبان پر ذائقہ کے خلیوں کو تبدیل کیا جاتا ہے، 100 دن کے بعد جسم میں خون مکمل طور پر تبدیل ہو جاتا ہے۔ پھر بھی جو لوگ اپنی جہل / تکبر کے خول میں بند ہیں وہ کہیں گے، ڈی این اے اتفاق سے وجود میں آیا، لیکن مونالیزا پینٹنگ کا ایک تخلیق کار تھا۔ میں نے کہیں پڑھا ہے کہ، جانوروں کے ڈی این اے پر کام کرتے ہوئے ایک سائنس دان نے اس بات کا اندازہ لگایا کہ جسمانی خلیوں میں بیک اپ ڈی این اے بھی ہے۔ سبحان اللہ! کیا ہم نے کبھی سوچا کہ قرآن میں اللہ یہ کیوں کہتا

ہے کہ تم میری ایک بھی نعمت کا شمار نہیں کر سکتے۔ چلیں اس ایک نعمت کا شمار کرتے ہیں۔ زمین پر ہماری زندگی ایک نعمت ہے۔ آیئے اب زندگی سے متعلق نعمتوں کو شمار کریں۔ زندگی ایک حقیقت ہے، اسے دنیا میں زندہ رہنے کے لئے بہت سی چیزیں درکار ہوتی ہیں، جیسے آکسیجن، پودے، پانی وغیرہ۔ آیئے پانی کے بارے میں بات کریں اور دیگر لاکھوں ضروریات کو چھوڑ دیں۔ میں اپنے قاری سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ خلوص نیت سے میرے الفاظ پر غور کرے۔ زندگی کی لاکھوں نعمتوں میں سے، ایک اہم نعمت پانی ہے۔ سائنس حال ہی میں اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ جب زمین کی تخلیق ہوئی تھی، اس کا سارا پانی بیرونی خلا سے آیا تھا، اور پھر یہ رک گیا تھا۔ کیوں (کیونکہ اگر زیادہ پانی آجاتا تو خشک زمین نہ رہتی، اور نہ حیاتیات ہوتیں)؟ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ خشک زمین اور پانی کے درمیان تناسب قطعی طور پر 28.9٪ زمین اور 71.1٪ پانی ہے، آج سائنس اس تناسب کی تصدیق کرتی ہے۔ جب پانی بیرونی خلا سے آیا ہے، تو پھر کیوں زمین پر پانی ہے، اور نظام شمسی کے دوسرے سیاروں پر پانی نہیں ہے (ربّ کے حکم سے)؟ چودہ سو سال پہلے، قرآن نے ہمیں بتایا تھا کہ بیرونی خلا سے پانی زمین پر آیا ہے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: اور آسمان سے ہم نے ٹھیک حساب کے مطابق ایک خاص مقدار میں پانی اُتارا اور اس کو زمین میں ٹھہرادیا، ہم اسے جس طرح چاہیں غائب کر سکتے ہیں (المومینون،18)۔ اب ذرا غور کریں، جب دنیا کی تشکیل ہوئی، ہم اتفاق کرتے ہیں کہ پانی ایک مقرر مقدار میں نازل ہوا۔ سوال: زمین سے پانی اڑ کر ختم کیوں نہیں ہوتا؟ وہ اس لیے کہ زمین کے گرد بنی اوزون کی تہہ جو نہ صرف سورج سے نکلنے والی مہلک ریڈی ایشن کو زمین پر پہنچنے سے روکتی ہے، اور ساتھ ہی وہ سمندروں سے پانی کے بخارات کو ایک خاص حد سے اوپر نہیں اٹھنے دیتی۔ اوزون کی پرت کیا ہے؟ اوزون کی پرت زمین کے بالائی آسمان پر تقریباً 10 کلومیٹر کی اونچائی پر مشتمل ایک پرت ہے جس میں اوزون کی مقدار زیادہ ہوتی ہے، جو سورج سے زمین تک پہنچنے والے بیشتر الٹراوایلیٹ تابکاری کو دھوپ سے جذب کرتی ہیں۔ اوزون آکسیجن کا ایک الاٹروپ ہے جو الٹرا وائلٹ روشنی سے تشکیل پاتا ہے۔ یہ عام آکسیجن (O_2) سے خصوصیات میں مختلف ہے اور اس کے مالیکیول میں تین ایٹم ہیں (O_3)۔ سبحان اللہ! قرآن میں اللہ تعالیٰ نے آسمان کو یوں بیان کیا ہے: واپس لوٹانے والے آسمان کی قسم (86:11)۔ یہ حادثاتی طور پر نہیں ہوا تھا۔ یہ ایک ڈیزائن ہے۔ یہی آکسیجن پانی کا ایک اہم جزو ہے (جو زندگی کے لئے ضروری ہے)، اسی طرح سانس لینے کے لئے بھی O_2 ضروری ہے۔ اگر یہ اوزون کی تہہ نہ ہوتی تو، زمین پر الٹراوایلیٹ ریڈی ایشنز کی وجہ سے زندگی کا وجود نہ ہوتا، اسی

طرح، زمین سے سارا پانی بخارات بن کر نکل جاتا، تب بھی زندگی کا وجود نہ ہوتا۔ سبحان اللہ! سمندر کا نمکین پانی پینے کے لئے موزوں نہیں اور نہ ہی زمینی پودوں کے لیے، یہ بخارات کی وجہ سے اوپر کی طرف اٹھتا ہے اور الٹرا وایلیٹ روشنی اور نفوس پذیری کے قانون کی وجہ سے، اس میں نائٹروجن شامل ہو جاتی ہے (اسی وجہ سے ہوا کا 78 فیصد نائٹروجن ہے) جو پودوں کے لیے بہت ضروری ہے (خالص آکسیجن کے طویل مدتی استعمال سے جسم کے خلیے جل جاتے، اسی وجہ سے آکسیجن ہوا کا صرف 21 فیصد ہے)۔ اسی طرح، جب پانی بخارات بن کر اٹھتا ہے تو، اس کی نمکیات پیچھے رہ جاتی ہیں (زمینی زندگی کی ایک ضرورت)۔ کیا ان تفصیلات کا حادثاتی طور پر خیال رکھا گیا تھا؟ مزید یہ کہ پانی زمین کے دو تہائی سے زیادہ حصہ پر ہے، اور چونکہ پانی کی مقدار جو سمندروں سے اٹھتی ہے وہ انتہائی زیادہ ہوتی ہے، اور اگر سارا پانی بارش کی شکل میں نیچے آئے تو سارے میدانی علاقوں میں سیلاب آجائے۔ اس حادثے نے اس چیز کا بھی خیال رکھا کہ بخارات کے پانی کا کچھ فیصد حصہ بارش کی شکل میں بنجر زمینوں کو سیراب کرے گا، اور باقی بخارات برف کی صورت میں نیچے آئیں گے۔ حادثے نے اس چیز کا بھی خیال رکھا کہ برف پوش پہاڑوں اور گلیشیروں کا ایک چھوٹا سا حصہ آہستہ آہستہ پگھلے تاکہ جانداروں کو فلٹرڈ پانی مہیا کیا جاسکے۔ اسی طرح، خشک سالی کے دوران بھی وہ حیاتیات کو فلٹر شدہ پانی مہیا کرتے رہتے ہیں۔ شاید کچھ کے ذہن میں ایک سوال پیدا ہو کہ سمندر کا پانی کھارا کیوں ہے؟ اگر یہ کھارا نہ ہوتا تو حیاتیات کو بچانے کے لیے دوسرے نظاموں کی ضرورت نہ پڑتی۔ اگر سمندر نمکین نہ ہوتے تو آبی مخلوق جو نمکین پانی میں زندہ رہ سکتی ہے ناپید ہو جاتی۔ وہ انسانوں سمیت زندگی کی دیگر اقسام کے لئے بہت اہم ہیں۔ زندگی کی حفاظت کے لئے، جو پانی اتفاقی طور پر زمین پر آیا، اس کی ایک خاصیت جو کسی اور مائع میں نہیں ہے، یعنی اس کی کثافت 4 ڈگری سینٹی گریڈ سے کم درجہ حرارت پر کم ہو جاتی ہے، اس طرح برف ڈوبنے کے بجائے پانی پر تیرتی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو سارا سمندر برف بن جاتا اور آبی مخلوق ہلاک ہو جاتی۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ زمین اتفاق سے وجود میں آئی تھی اور یہ بھی اتفاق ہے کہ یہ اپنے مدار میں 23.5 ڈگری پر جھک کر گھومتی ہے۔ سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ اگر یہ جھکاؤ آدھا ڈگری کم ہوتا تو اس میں کوئی موسم نہ ہوتا، اس طرح زندگی کا وجود نہ ہوتا۔ کیا یہ حادثے کے طور پر ہوا؟ نہیں، یہ ایک ڈیزائن کے حساب سے ہے، اور جہاں ڈیزائن ہے وہاں اس کا خالق بھی ہوگا۔ ان کے تعصب کی نفی کرنے کے لئے میں نے کچھ سائنسدانوں کے بیانات شامل کیے ہیں۔

آئن اسٹائن نے کہا، "میں جتنا زیادہ سائنس کا مطالعہ کرتا ہوں، اتنا زیادہ میرا اللہ پر یقین بڑھتا ہے۔"

مسز سٹوز نے کہا، "میں جتنا سائنس سکھاتی ہوں، اتنا ہی میں آئن اسٹائن کے قول سے اتفاق کرتی ہوں۔"

لوئس پاسچر نے کہا، تھوڑا سا سائنس کا علم انسان کو ربّ سے دور کرتا ہے، لیکن سائنس کا وسیع علم انھیں ربّ کے وجود کا یقین دلاتا ہے۔

فرانسس بیکن نے کہا، سائنس کا تھوڑا سا علم انسان کو ملحد بنا دیتا ہے، لیکن سائنس کا گہرا مطالعہ اسے اللہ کو ماننے والا بناتا ہے۔

ایلن سینڈ تیج: میں اب 72 سال کی عمر کا ہوں، میں نے اپنی پیشہ ورانہ زندگی ستاروں کے راز معلوم کرنے میں گذاری ہے، چلی سے کیلیفورنیا تک دوربینوں کے ذریعے میں نے کائنات کی ابتداء اور انتہا معلوم کرنے کی کوشش کی ہے۔ سینڈ تیج نے دور ستاروں کے مشاہدات سے حقیقت میں اس کا پتہ لگایا کہ یہ کائنات کتنی تیزی سے پھیل رہی ہے اور کتنی پرانی ہے (15 ارب سال یا اس سے زیادہ)۔ سینڈ تیج، کہتا ہے کہ وہ "لڑکپن میں قریب قریب ایک ملحد تھا"، لیکن اسرار کی وجہ سے جس کے جوابات سپرنوواز میں بھی نہیں مل سکے، ان میں سے ایک تھا کہ *کیوں کچھ نہیں کے بجائے کچھ ہے*؟ سینڈ تیج جب اس طرح کے سوالوں کے جواب دینے سے قاصر ہو گیا، تو اس نے 50 سال کی عمر میں خالق کے وجود کو قبول کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے کہا، "*یہ میری سائنس تھی جس نے مجھے اس نتیجے پر پہنچایا کہ دنیا اس سے کہیں زیادہ پیچیدہ ہے جس کی محض سائنس کے ذریعہ وضاحت کی جاسکتی ہو۔ صرف مافوق الفطرت کے ذریعہ ہی میں وجود کے اسرار کو سمجھ سکتا ہوں*"۔ سینڈ تیج کا کہنا ہے کہ آج کی سائنسی برادری اس قدر عقیدے کا طعنہ دیتی ہے کہ، "*خود کو ایک ایمان والے کے طور پر ظاہر کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس ہوتی ہے، اس کی مخالفت اتنی سخت ہے۔*"

رابرٹ جان رسل ایک ماہر طبعیات، جنہوں نے 1981 میں برکلے میں گریجویٹ دینی یونین میں دینی اور نیچرل سائنسز سنٹر کی بنیاد رکھی، وہ کہتے ہیں: اب الہیات اور سائنس ایک نئے تعلقات میں داخل ہو رہے ہیں۔ عقیدہ کو کم کرنے کے بجائے، سائنسی انکشافات کم عقیدہ رکھنے والے لوگوں کے ذہنوں میں، اس کی حمایت کر رہی ہے۔ بگ بینگ کے کائناتی علم سے پہلے، سائنس میں خالق کے لیے کوئی گنجائش نہیں تھی، اب کچھ سائنس دانوں کا یہ ماننا ہے کہ کائنات کے پیچھے ایک ڈیزائن اور مقصد موجود ہے (لہٰذا اس کا کوئی خالق ہے)۔

سٹیون وینبرگ ٹیکساس یونیورسٹی کے 1977 کے نوبل طبیعیات دان نے مایوسی کا ایک مشہور نوٹ لکھا: **کائنات کے ذریعہ کائنات کا جتنا فہم ہو گیا ہے، اتنا ہی خدا کا انکار بے معنی معلوم ہوتا ہے۔** لیکن اب وہی سائنس جس نے خدا کو "مار ڈالا" تھا، ایمان والوں کی نظر میں، ربّ پر ایمان کو بحال کر رہی ہے۔

جان پولنگھورن جو 1982 میں انگلیکن پادری بننے سے پہلے کیمبرج یونیورسٹی میں طبیعیات دان کی حیثیت سے ایک ممتاز کیریئر رکھتا تھا، کہتا ہے: "جب آپ کو یہ احساس ہوتا ہے کہ کائنات کو تیار کرنے کے لئے قدرت کے قوانین کو ناقابل یقین حد تک ٹھیک طریقے سے بنایا گیا ہے، جو اس خیال کو عملی جامہ پہناتی ہیں کہ کائنات ایسے ہی نہیں بن گئی، بلکہ اس کے پیچھے کوئی مقصد ضرور ہے۔

چارلس ٹاؤنس، جنہیں لیزر کے اصولوں کو دریافت کرنے پر طبعیات میں 1964 کا نوبل انعام ملا تھا، وہ مزید کہتا ہے: "بہت سے لوگوں کو یہ احساس ہے کہ کائنات کے قوانین میں ضرور کسی نہ کسی طرح ذہانت کا ہاتھ رہا ہے۔"

کارل فیٹ نے کہا، "خدا سے محبت حاصل کرنے کا واحد راستہ اس کی تخلیق کو سمجھنا ہے، جو قدرتی کائنات ہے۔ یہ جاننا ایک مذہبی فرد کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ کائنات کس طرح کام کرتی ہے، کیونکہ اس دنیا کو اس نے پیدا کیا ہے۔

نیوٹن کے پہلے قانون میں کہا گیا ہے کہ، اگر کوئی جسم کھڑا ہے یا سیدھی لائن میں مستقل رفتار سے حرکت کر رہا ہے تو، جو کھڑا ہے وہ کھڑا رہے گا، اور جو مستقل رفتار سے سیدھی لائن میں حرکت کر رہا ہے وہ کرتا رہے، گا جب تک کہ اس پر کسی طاقت کے ذریعہ عمل نہ کیا جائے۔ اس قانون کو انرشیاء کے قانون کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اپنے پروردگار کے بارے میں جو شکوک و شبہات میں پڑے ہوئے ہیں انہیں اپنے آپ سے یہ اہم سوال پوچھنا چاہیے۔ "کس نے بگ بینگ کی شروعات کی، یعنی کس نے طاقت کو استعمال کیا؟ اگر وہ کہیں خود ہی سے ہو گیا تو، یہ نیوٹن کے پہلے قانون انرشیاء کی نفی ہو گی۔ جواب صرف یہ ہو سکتا ہے کہ یہ اللہ ہی ہے! اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے: کیا وہ لوگ جنہوں نے (نبی کی بات ماننے سے) انکار کر دیا ہے غور نہیں کرتے کہ یہ سب آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے، پھر ہم نے انہیں پھاڑ کر جدا کیا، اور پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی؟ کیا وہ نہیں مانتے (الانبیاء:30) (یہ ہے وہ جہاں سے قوت آئی)؟ مزید یقین کو بڑھانے کے لئے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: نہایت بزرگ و برتر ہے وہ جس کے ہاتھ میں (کائنات کی) سلطنت ہے، اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ جس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تا کہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم

میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے، اور وہ زبردست بھی ہے اور در گزر فرمانے والا بھی۔ جس نے تہ بر تہ سات آسمان بنائے۔ تم رحمان کی تخلیق میں کسی قِسم کی بے ربطی نہ پاؤ گے، پھر پلٹ کر دیکھو، کہیں تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے؟ بار بار نگاہ دوڑاؤ، تمہاری نگاہ تھک کر نامراد پلٹ آئے گی(ملک 4-1)۔ **اور مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:** عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں (ڈیزائین) آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے۔ کیا یہ بات کافی نہیں ہے کہ تیرا ربّ ہر چیز کا شاہد ہے(حم السجدہ:53)؟ **کن کو دکھانا ہے؟ ان کو جنھوں نے اپنے خیالات کو تعصب کے خانے میں بند نہ کیا اور اپنے تعصب کو دبا کر رکھا،** جو اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے، ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور زمین و آسمانوں کی ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں۔ (وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں) "پروردگار، یہ سب کچھ تونے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے، تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے۔ پس اے ربّ، ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے "(آل عمران:191)۔ **چونکہ کائنات کی ابتداء ہوئی ہے لہٰذا یہ فنا ہو گی۔ یہ ہے کائنات کی حقیقت۔ بدقسمتی سے، جو لوگ اللہ کے وجود اور قیامت کے دن پر شک کرتے ہیں، وہی ربّ کی نصیحت پر کان نہیں دھرتے۔ اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن میں رسول اللہؐ سے فرماتے ہیں:** تم مردوں کو نہیں سُنا سکتے، نہ ان بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہو جو پیٹھ پھیرے چلے جا رہے ہوں۔ اور نہ تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے نکال کر راہِ راست دکھا سکتے ہو، تم تو صرف انہی کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیات پر ایمان لاتے اور سر تسلیم خم کر دیتے ہیں(الروم:52-53)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقصدِ حیات

قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ نے دنیاوی زندگی کو آخرت کی زندگی کی تیاری کے لئے ایک امتحان گاہ بنایا ہے، اور موت اس دنیاوی زندگی یا امتحان کا اختتام ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں: اس نے موت اور زندگی کو اِیجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے، اور وہ زبردست بھی ہے اور در گزر فرمانے والا بھی(ملک:2)۔ **سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا امتحان کیوں لینا چاہتا ہے؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن میں بتاتے ہیں:** ہم نے اس امانت (امتحان) کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش

کیا تو وہ اُسے اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوئے اور اس سے ڈر گئے، مگر انسان نے اُسے اٹھا لیا۔ **بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے**(الاحزاب:72) (امتحان کو آسان سمجھا)۔ ایک اور آیت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کہتے ہیں: اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر اُتار دیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دبا جا رہا ہے اور پھٹا پڑتا ہے۔ یہ مثالیں ہم لوگوں کے سامنے اس لیے بیان کرتے ہیں کہ وہ (اپنی حالت پر) غور کریں(الحشر:21)۔ چونکہ ہم نے امتحان دینے کا انتخاب خود کیا ہے، لہٰذا، ناکامی کے نتائج بھی ہمیں ہی بھگتنا پڑیں گے۔ آزمائش کے اوزار کے طور پر، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا تم لوگ نہیں دیکھتے کہ اللہ نے زمین اور آسمانوں کی ساری چیزیں تمہارے لیے مسخر کر رکھی ہیں اور اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں تم پر تمام کر دی ہیں؟ اِس پر حال یہ ہے کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ ہیں جو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں (بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی علم ہو، یا ہدایت، یا کوئی روشنی دکھانے والی کتاب)(لقمان:20)۔ چونکہ زمین اور کائنات کی ہر چیز ہمارے تابع کر دی گئی ہے، لہٰذا، ان کے غلط استعمال پر ہم جوابدہ ہیں۔

کوئی اعتراض کر سکتا ہے کہ اس نے امتحان دینے کا انتخاب نہیں کیا۔ انسان کبھی غور کرے کہ وہ بن دیکھے اور بغیر جان پہچان کے اپنے قائد کی اطاعت کرتا ہے، کیونکہ اسے انجام کا احساس ہے۔ اسی طرح ہمیں کائنات کی تخلیق پر غور و فکر کرتے ہوئے اللہ پر بن دیکھے ایمان لانا ہو گا اور اس کے حکم کی تعمیل کرنا ہو گی۔ چونکہ ایمان بالغیب ہی امتحان ہے (اسی لیے خالق کے احساس کے علاوہ باقی یادداشت مٹا دی گئی)۔ جسے اللہ کے وجود کا یقین ہو جائے، وہ اس کے حکم کی نافرمانی سے گریز کرتا ہے؟ آگے بڑھتے ہوئے دلیل کی خاطر، ہم ان کے اعتراض کو قبول کر لیتے ہیں۔ میں اپنے قاری کے سامنے کچھ سوالات رکھنا چاہتا ہوں۔ کیا اللہ نے فرشتوں کو بلا مقصد پیدا کیا؟ کیا اس نے اس عظیم کائنات کو بلا مقصد پیدا کیا؟ کیا اس نے تمام مخلوقات کو بلا مقصد پیدا کیا؟ کیا اس نے جنوں کو بلا مقصد پیدا کیا؟ کیا اس نے انسانوں کو بلا مقصد پیدا کیا؟ کیا اس نے جنت کو بلا مقصد پیدا کیا؟ کیا اس نے جہنم کو بلا مقصد پیدا کیا؟ قرآن میں **اللہ کہتا ہے کہ اس نے یہ کائنات بے مقصد پیدا نہیں کی ہے** اور دوسری جگہ ایمان والوں سے یہ کہلواتا ہے کہ **اللہ بے مقصد چیزیں بنانے سے پاک ہے** (بے مقصد چیزیں بنانا عیب ہے، اور اللہ ہر عیب سے پاک ہے)۔ یہاں میں یہ کہنا چاہتا ہوں، اگر کوئی شخص ایسی چیز تیار کرے جس کا کوئی مقصد یا استعمال نہیں، تو ہم ایسے شخص کو بیوقوف کہتے ہیں!! لہٰذا، جواب نہیں ہے، چونکہ یہ اللہ کی صفت کے منافی ہے۔ پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے

کہ ہماری تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ اب میں اپنے قارئین سے درخواست کروں گا کہ میں نے جو سوالات اٹھائے ہیں ان کو ذہن میں رکھیں، جیسے جیسے ہم آگے بڑھیں گے، میں ان کے جواب دینے کی پوری کوشش کروں گا۔

جیسے بامقصد دنیاوی امتحان ذہنی اور جسمانی ہو سکتے ہیں، اسی طرح، اللہ نے کائنات کو ہماری روحانی، دماغی اور جسمانی آزمائش کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس نے ایک طرف اسے ہوس اور خواہشات سے بھر دیا ہے، اور دوسری طرف ناگوار اور تکلیف دہ چیزوں سے۔ ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جنت اور جہنم کو تخلیق کر دیا (انعام اور سزا کے لیے) تو، اللہ نے جبریلؑ سے کہا کہ وہ جنت کا دورہ کریں اور دیکھیں کہ ہم نے اہلِ جنت کے لئے کیا بنایا ہے۔ نبیؐ نے فرمایا: جبریلؑ نے جنت کا دورہ کیا اور واپس آ کر انہوں نے کہا، "آپ کی عزت کی قسم، جو بھی اس کے بارے میں سنے گا، وہ اس میں ضرور داخل ہونا پسند کرے گا۔" اللہ نے حکم دیا، تو جنت ناگوار اور تکلیف دہ چیزوں سے ڈھانک دی گئی۔ جبرائیلؑ کو دوبارہ اس کا دورہ کرنے کو کہا۔ جبرائیلؑ نے جنت کا دورہ کیا اور دیکھا کہ وہ اب ناگوار اور تکلیف دہ چیزوں سے ڈھکی ہوئی ہے، لہٰذا، واپس آ کر عرض کیا، "مجھے ڈر ہے کہ اب کوئی بھی اس میں داخل نہیں ہو گا"۔ اللہ تعالیٰ نے پھر جبرائیلؑ کو دوزخ دیکھنے کے لیے بھیجا اور کہا دیکھو کہ ہم نے اہل دوزخ کے لئے کیا تیار کیا ہے۔ جبرائیلؑ نے دیکھا کہ ایک حصہ دوسرے حصے پر چڑھ رہا ہے۔ وہ اللہ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا: "آپ کی عزت کی قسم! جو بھی اس کے بارے میں سنے گا وہ اس میں داخل نہیں ہو گا۔ پھر اللہ نے حکم دیا، تو جہنم ہوس اور خواہشات سے ڈھانک دی گئی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو دوبارہ دیکھنے کے لئے کہا۔ جبرائیلؑ دوبارہ جہنم کو دیکھنے کے بعد واپس آ کر کہا: "آپ کی عزت کی قسم! مجھے ڈر ہے کہ کوئی اس میں گرنے سے نہ بچ سکے گا۔ جنت میں داخل ہونے کے لئے، ناگوار اور تکلیف دہ چیزوں کے راستے پر چلنا پڑے گا۔ سوال پیدا ہوتا ہے، وہ کون سی ناگوار اور تکلیف دہ چیزیں ہیں جنہوں نے جنت کو گھیر رکھا ہے؟ **ناگوار چیزیں جنہوں نے جنت کو گھیر رکھا ہے** وہ عبادات ہیں، جیسے کہ نماز پڑھنا، وضو کرنا، آدھی رات کو تہجد کے لیے جاگنا، چاہے موسم سرد ہو یا گرم، روزہ رکھنا (خواہ دن لمبے ہوں یا مختصر)، اس کی مخلوقات خصوصاً انسان کی دیکھ بھال کرنا اور اپنی محنت کی کمائی ہوئی دولت کو دوسروں پر خرچ کرنا وغیرہ وغیرہ۔ **تکلیف دہ چیزیں یہ ہیں:** دوسروں کا احترام کرنا (چاہے وہ آپ کا احترام نہ کریں)، رشتوں کو جوڑنا (اس

وقت جب وہ انہیں توڑنے کی کوشش کریں)، شائستہ رہنا (چاہے ہمارے پاس طاقت اور مرتبہ ہو)، انصاف کرنا، چاہے اس سے خود یا اپنے پیاروں کو تکلیف پہنچے وغیرہ۔ **ہوس جس نے جہنم کو گھیر رکھا ہے، وہ یہ چیزیں ہیں:** جنسِ مخالف کی رغبت، دولت، مرتبہ، طاقت وغیرہ کی ہوس۔ **خواہشات یہ ہیں:** نشہ آور چیزوں کی خواہش، جوا کھیلنے کی خواہش وغیرہ۔

انصاف کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے انسان اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ اگر کوئی ڈاکٹر بننا چاہتا ہے تو، اسے کسی خاص نصاب پر سخت محنت اور عمل کرنا پڑے گا۔ انسان یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ سب ڈاکٹر نہیں بن سکتے (یعنی سب ٹیسٹ پاس نہیں کر سکتے، بلکہ اکثریت فیل ہو گی)۔ اسی طرح، اگر کوئی فوڈ ٹیکنالوجسٹ بننا چاہتا ہے تو، اسے کسی دوسرے نصاب پر سخت محنت اور عمل کرنا پڑے گا، یہاں پر بھی تعلیم حاصل کرنے والے تمام افراد پاس نہیں ہوں گے اور نہ ہی خود کو فوڈ ٹیکنالوجسٹ کہلوا سکیں گے۔ اسی طرح، ہم پاس یا فیل ہونے والے تمام افراد کو یکساں نمبر یا گریڈ نہیں دیتے۔ اپنے قاری سے میرے چند سوالات: کیا ہم ان سارے مضامین کو بے بنیاد اور بے مقصد کہہ سکتے ہیں؟ منافع بخش عہدے کے لئے درخواست دیتے وقت، کیا ہم میں ضروری قابلیت اور مہارت نہیں ہونی چاہیے؟ ہم اتفاق کریں گے کہ یہ سمجھ میں آتا ہے۔ پھر بھی جنت میں جگہ پانے کے لئے ہم رحیم ربّ کے رنگوں میں رنگنے کے لیے تیار نہیں۔ دنیاوی زندگی میں ہم اگر حکام کے مقرر کردہ اصول توڑتے ہیں تو ہم جیل جائیں گے۔ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ جیلیں بلا مقصد تعمیر کی گئیں ہیں؟ کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسان کچھ بھی کرنے، کسی کو نقصان پہنچانے، جس چیز کو چاہے تباہ کرنے کے لئے آزاد ہے؟ سب کہیں گے نہیں۔ لٰہذا کچھ بھی بے مقصد نہیں ہے۔ اسی طرح، اگر قید کا تصور بامعنی لگتا ہے، تو پھر جہنم کا تصور بے معنی کیوں لگتا ہے؟ کیا ہمارے پاس عمر قید کے قیدی نہیں ہیں؟ کیا ہمارے پاس جیلوں میں مختلف درجے نہیں ہیں؟ جیل میں قیدی اپنے جرم کے مطابق مختلف درجہ بندیوں میں رکھے جاتے ہیں، کچھ کے ساتھ سخت سلوک ہوتا ہے اور کچھ مختصر مدت کے لئے آتے ہیں۔ ہر درجہ بندی میں مزید درجہ بندیاں ہوتی ہیں۔ اسی طرح، جہنم میں چھ درجہ بندیاں ہیں اور ساتویں درجہ میں جہنم کے نچلے حصے میں ایک کنواں ہے جس سے دن میں جہنم بھی سو دفعہ اللہ کی پناہ مانگتی ہے۔ یہ کنواں ان شر پسند علماء کے لئے ہے جو تھوڑے دنیاوی فائدے کے لیے دین کو بیچ رہے ہیں (گمراہی)۔ چھٹے نمبر پر سب سے نچلی درجہ بندی ان منافقین (غداروں) کے لئے ہے جو

معاشرے کے بنیادی ڈھانچے کو تباہ کرنے کے لئے سخت محنت کرتے ہیں۔ کیا دنیا میں غداروں کو سخت ترین سزا نہیں دی جاتی؟۔ پانچواں درجہ مشرکین کے لئے ہے، جو اللہ اور اس کی صفات پر یقین رکھتے ہیں، لیکن پھر بھی دوسروں کو اس کے ساتھ اور اس کی صفات میں شریک کرتے ہیں (اگرچہ انسان مانتا ہے کہ کسی ملک میں دو بادشاہ، یا صدر، یا وزیر اعظم نہیں ہو سکتے، لیکن پھر بھی مشرک کائنات میں خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں)۔ شرک کی وضاحت کے لئے، میں دلیل کے طور پر ایک فرضی صورت حال بیان کرنا چاہتا ہوں۔ فرض کریں کہ ہم کسی طاقتور بادشاہ کے دربار میں جاتے ہیں، تاکہ اسے اپنی حاجت سے آگاہ کریں۔ اب اگر دربار میں جا کر ہم بادشاہ کو نظر انداز کریں اور بادشاہ کی موجودگی میں ہم کسی وزیر کو سفارش کے لیے کہیں (کیونکہ ہمارا خیال ہے کہ وہ ہماری حاجت روائی نہیں کرے گا)، اس توہین پر بادشاہ کا ردِ عمل کیا ہو گا؟ اوپر سے اگر وہ ہمیں اپنے بچوں کی طرح چاہتا ہو تو کیا ردعمل ہو گا؟ میری رائے میں بادشاہ ہمارا اور وزیر کا سر قلم کر دے گا۔ آیئے ایک اور فرضی صورتحال پر نگاہ ڈالیں، ہم ایک شیلٹر ہوم میں ہیں اور وزیر اعظم عمران خان وہاں آتے ہیں، اور ہم سے پوچھتے ہیں کہ آپ کی کوئی حاجت؟ کیا ہم انہیں اپنی ضروریات بتائیں گے، یا وزیر اعظم کو کہیں گے کہ ہم آپ سے کسی وسیلے کے ذریعے رابطہ کریں گے؟ ہم انہیں فوراً اپنی ضرورت بتائیں گے، یا کسی کاغذ پر لکھ کر دیں گے۔ بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ محمدؐ حاضر ناظر ہیں، اور اسی طرح تمام اولیاء بھی، اور یہ کہ وہ ان کی دعاؤں کا جواب دیتے ہیں۔ اگر ہم دلیل کی خاطر اتفاق کر لیں کہ وہ سب حاضر و ناظر ہیں، تو میرا سوال ہے کہ کیا نبیؐ اور دیگر اولیاء کی موجودگی میں ہم کسی ولی کو اللہ سے سفارش کرنے کو کہہ سکتے ہیں؟ اگر وہ ایسا کرتے ہیں (تقریباً ہمیشہ لوگ ایسا ہی کرتے ہیں) تو کیا یہ نبیؐ کی توہین نہیں کہ آپؐ کو نظر انداز کیا گیا؟ یقیناً ہو گی۔ اب قیاس کریں کہ ہمارا ربّ (داتا، پالن ہار، مشکل کشاء) جو ہمیں ماؤں سے ستر گنا زیادہ پیار کرتا ہے، سب جاننے والا ہے، اور جو حقیقت میں حاضر و ناظر ہے، وہ، نبیؐ اور اولیاء سب موجود ہوں، اور اگر اللہ کی موجودگی میں ہم نبیؐ یا کسی ولی کو اللہ کی بارگاہ میں سفارش کے لئے پکاریں تو اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟ نتیجہ یہ ہو گا کہ ہم منافقین کے بعد جہنم کے سب سے نچلے درجہ میں ہوں گے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ کا ارشاد ہے، میں سب کی دعاؤں کو سنتا ہوں اور ان کو پورا کرتا ہوں۔ جبکہ مشرکین کا دعویٰ ہے کہ وہ کسی سفارش کار کے ذریعہ سنتا ہے (خود ساختہ عقیدہ)۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نہایت متبرک ہے وہ جس نے یہ فرقان اپنے بندے پر نازل کیا تاکہ سارے جہان والوں کے لیے خبر دار کر دینے والا ہو وہ جو زمین اور

آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا ہے، جس کے ساتھ بادشاہی میں کوئی شریک نہیں ہے، جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کی ایک تقدیر مقرر کی۔ لوگوں نے اُسے چھوڑ کر ایسے معبود بنا لیے جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں، جو خود اپنے لیے بھی کسی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتے، جو نہ مار سکتے ہیں نہ جلا سکتے ہیں، نہ مرے ہوئے کو پھر اٹھا سکتے ہیں (الفرقان: 3-1)۔ اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے، چوتھی درجہ بندی ملحدوں (جاہل/متکبروں) کے لئے ہے۔ تیسری درجہ بندی توحید پرست یہودی گناہ گاروں کے لئے ہے، دوسری درجہ بندی توحید پرست عیسائی گناہ گاروں کے لئے ہے، اور سب سے اوپر کا درجہ توحید پرست مسلمان گناہ گاروں کے لئے ہے۔

اللہ نے اس کائنات کو تمام تر نفاست اور پیچیدگیوں کے ساتھ انسانوں اور جنوں کے لئے پیدا کیا، اور انسان کو سوچنے، سیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت عطا کی، جس کی بناپر اسے اللہ کی بہترین مخلوق ہونے کا مقام حاصل ہوا۔ اللہ نے انسان کو ہدایت اور ہدایت نامے کے بغیر نہیں چھوڑا۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس نے انسانوں پر بہت ساری الہامی کتب نازل کیں اور اس کی آخری کتاب قرآن مجید ہے۔ قرآن میں دی گئی ہدایات، خدا کے عطا کردہ شعور اور عقل کے ساتھ، انسان نے اللہ کی طرف سے دیئے گئے تین بنیادی احکامات اور تین بنیادی ممنوعات کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنے ماحول اور اپنے ساتھی انسانوں کی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کرنی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اللہ عدل و احسان اور صلۂ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق لو (النحل: 90)۔

مذکورہ بالا تین احکامات یہ ہیں:

الف) حق، حق دار تک پہنچاؤ، خواہ خالق ہو یا مخلوق۔ اس میں ہر قسم کے حق شامل ہیں۔ میں نے اپنی کتاب "حقوق" میں، 29 حقوق کا ذکر کیا ہے۔ خالق کو ربّ بھی کہتے ہیں (حاجت روا، داتا، مشکل کشاء، مخلوق کی دعا سننے اور جواب دینے والا وغیرہ)۔ اللہ کی کسی بھی صفت کو اس کی مخلوق سے جوڑنا شرک کے زمرے میں آتا ہے، یہ اللہ کے حق کی نفی ہے۔

ب) احسان، جب لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں کہ وہ انہیں دیکھ رہا ہے، اور یہ کہ وہ ان کے اعمال کا حساب لے گا۔ ایسے لوگ زیادہ شائستہ، انسان دوست اور نرم مزاج ہوں گے۔ وہ دوسروں کو ان کے حق سے زیادہ دیں گے۔ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے یا کوئی ان سے زیادتی کرتا ہے تو وہ صبر کرتے ہیں۔

ت) رشتوں کی حفاظت کریں، ان کی مدد کریں اور اسے مضبوط بنائیں (یہ آدمؑ کی اولاد ہونے کے ناطے پوری انسانیت کو ایک دھاگے میں پرو دے گا)۔ تعلقات جوڑنا یہ نہیں ہے کہ کوئی آپ کے ساتھ اچھا ہے، آپ اس کے ساتھ اچھے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اگر ایسا ہے تو یہ کاروبار ہے۔ تعلقات جوڑنا یہ ہے جب دوسرے آپ کے ساتھ تعلق توڑیں، آپ ان کے ساتھ تعلق جوڑو۔

تین ممنوعات یہ ہیں:

ا) شادی سے قبل کے رشتوں اور بے حیائی سے پرہیز (کیونکہ یہ معاشرے کی اخلاقیات کو ختم کر دیتے ہیں)۔

ب) تمام برائیوں اور بالخصوص شرک سے پرہیز کرنا، کیوں کہ یہ خالق کے حق کی نفی کرتے ہیں۔ ہر برائی کسی نہ کسی کے حق کی نفی کرتی ہے۔

ت) ظلم اور زیادتی سے پرہیز کرنا، کیونکہ یہ انصاف کی نفی ہے، اور اس سے دوسروں کے حقوق پامال ہوتے ہیں۔

کائنات کا نظام نفوس پذیری کے قانون پر مبنی ہے، یعنی چیزیں زیادہ فراوانی سے کم فراوانی کی طرف جاتی ہیں، جیسے روشنی، آگ کی گرمی وغیرہ۔ نباتات اور ہمارے جسم اسی اصول پر زندہ ہیں، اس قانون کے بغیر نباتات اور تمام جاندار مر جائیں گے۔ یہی اصول معاشرے پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ ایک ایسا معاشرہ جہاں امیر، امیر تر ہوتا جائے اور غریب، غریب تر، جہاں مذہب کے اخلاقیات / نفوس پذیری کا قانون (زکوٰۃ، خیرات، صدقہ، عشر وغیرہ) لاگو نہیں ہوتا، ایسا معاشرہ اپنی اخلاقی قدریں کھو دیتا ہے اور تباہ ہو جاتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ یہ ایک ظالم معاشرے کی شکل اختیار کر لیتا ہے، جہاں امیروں کا ایک چھوٹا سا غلیظ گروہ اکثریت کو غلام بنا لیتا ہے (اسی لیے احسان کے حکم کا نفاذ ہونا چاہیے، یعنی دوسروں کو ان کے حق سے زیادہ عطا کرنا)۔ اور جہاں اس کا نفاذ ہوتا ہے وہاں کوئی بھوکا نہیں سوتا۔ ایسا ہی معاشرہ پھلتا پھولتا ہے، اور ایک دوسرے کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ اسلام میں جہاں زراعت کا انحصار بارش کے پانی پر ہے، فصل کا 10٪ اس علاقے کے بے سہارا لوگوں کے لئے ہے۔ جہاں زراعت انسانی آبپاشی کے نظام کو استعمال کرتی ہے، وہاں پیداوار کا 5٪ غریبوں کے لئے ہے۔ یعنی 100 ایکڑ اراضی میں سے 5 ایکڑ بے سہارا لوگوں کے لئے ہو گی۔ فرض کریں کہ کسی گاؤں میں 1000 ایکڑ آبپاشی کے نظام والی زرعی اراضی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ 50 ایکڑ کی پیداوار اس گاؤں / علاقے کے غریب و بے سہارا لوگوں کے لئے ہے۔ عام طور پر کسان سال میں دو فصلیں لیتے ہیں، فی ایکڑ گندم کی اوسط پیداوار تقریباً 50 من اور چاول کی تقریباً 40 من ہوتی

ہے۔اس کا مطلب ہے کہ اس گاؤں میں غریب و بے سہارا لوگوں کے لئے 2500 من گندم اور 2000 من چاول ہوں گے۔ میرا سوال اپنے قاری سے، کیا کوئی بھوکا سوئے گا؟ نہیں! اسی طرح، شہروں میں امیروں کو اپنے کل اثاثوں پر سالانہ 2.5 فیصد زکوٰۃ اس کے علاوہ صدقہ اور خیرات ادا کرنی چاہیے۔ شہروں میں دولت کی فراوانی کو مد نظر رکھتے ہوئے، میرا دوبارہ سوال ہے، کیا کوئی بھوکا سوئے گا؟ نہیں!

یہاں میں ایک اہم نکتے کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں، نفوس پذیری کا قانون صرف اچھی چیزوں کے لئے ہی لگایا جانا چاہیے، برائی پر نہیں۔ میں اسے مثال کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں، فرض کریں کہ ہمارے جسم کا ایک حصہ گل گیا ہو، تو نفوس پذیری کے قانون کے مطابق یہ پورے جسم میں پھیل کر اسے مار دے گا، اسی لئے اسے کاٹ کر پھینک دیا جاتا ہے۔اسی طرح معاشرے کے بد کرداروں کو موت یا قید کی سزا دی جاتی ہے۔ چونکہ ناقابل برداشت برائی تیزی سے پھیلتی ہے، اسی لئے اسلام میں ان کے لئے سخت سزائیں ہیں۔ اخلاقی بلندی کے حامل معاشرے کو تعمیر کرنے کے لیے کئی دہائیاں لگتیں ہیں، اسی معاشرے کو برائی چند برسوں میں تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ جہاں کوئی کرپٹ قائد منتخب ہو جائے، یا دھوکا دہی سے اقتدار حاصل کر لے، تو وہاں بد عنوانی تیزی سے پھیلتی ہے، کیونکہ اچھے اخلاق کے حامل لوگ جنہیں چوکنا رہنا چاہیے تھا، وہ اسے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اور جب کوئی اچھے کردار کا حامل رہنما اقتدار پر براجمان ہوتا ہے، تو اچھائی کو نچلی سطح تک پہنچنے میں وقت لگتا ہے، کیونکہ اسے برائی سے شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے (برائی متحد ہو جاتی ہے)۔ ایک اور مثال، جب ہم تعمیری کام کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس کے لئے وقت درکار ہوتا ہے، جب کہ تباہ کرنے کے لیے بہت تھوڑا وقت درکار ہوتا ہے۔ جیسے عمارت کی تعمیر میں سالوں لگ سکتے ہیں اور اسے منٹوں میں بارود سے تباہ کیا جا سکتا ہے۔ یہاں مجھے ایک خیال آیا، ایک عمارت کو ڈیزائن کے ساتھ تعمیر کیا جاتا ہے، یہ اتفاق سے وجود میں نہیں آسکتی، بلکہ اتفاق سے تباہ ہو سکتی ہے۔ اس طرح، جہاں ڈیزائن موجود ہو، اس کے خالق کا ہونا ضروری ہے، اور کائنات کا خالق اللہ ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ قرآن مجید میں خود فرماتا ہے: ہم نے اس آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے کچھ کھیل کے طور پر نہیں بنایا ہے۔ اگر ہم کوئی کھلونا بنانا چاہتے اور بس یہی کچھ ہمیں کرنا ہوتا تو اپنے ہی پاس سے کر لیتے (الانبیاء: 16-17)۔ اسی طرح، قرآن مجید کی آیات ہمیں ایمان والوں کی صفات بتاتی ہیں: زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری سے آنے میں ان ہوش مند لوگوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں (جو عقل استعمال کرنا سیکھتے ہیں پھر)، جو اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے، ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں

اور زمین آسمانوں کی ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں۔ (وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں) "پروردگار، یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے، تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے" (آل عمران:191-190) (یعنی اللہ بے مقصد کسی چیز کو پیدا نہیں کرتا، ساری مخلوق کی تخلیق کے پیچھے کوئی مقصد ہے)۔ یہ آیات ہمیں بتاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس بھاری بھرکم کائنات اور اس میں جو کچھ ہے، اسے وقت گزاری کے لیے پیدا نہیں کیا، بلکہ اس کے پیچھے ایک مقصد ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان کی تخلیق کا اصل مقصد کیا ہے؟ میری رائے میں محض کائنات کی نشانیوں، ہمارے ارد گرد کی علامتوں اور ہمارے اندر (ہمارے جسم) کی نشانیوں کے ذریعے خالق کو پہچاننا اور اسے تسلیم کرنا اور پھر اس کے احکامات کی تعمیل کرنا، اس کی تعریف کرنا، اس کی عبادت کرنا اور اس کے شکر گزار ہونے سے کہیں زیادہ ہے۔ ہم نے جو کچھ پڑھا ہے اس پر عمل کرنا ہم پر فرض ہیں، لیکن میری رائے میں، ہماری تخلیق کے دو اور بہت اہم مقاصد ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اُس ذات کی (قسم) جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا، در حقیقت ! تم لوگوں کی کوششیں مختلف قسم کی ہیں (بعض بخیل ہیں، بعض فیاض اور دریا دل، بعض متقی ہیں اور بعض مُستَغنِی، بعض سچے اور بعض جھوٹے) تو جس نے (راہِ خدا میں) مال دیا اور اللہ کی نافرمانی سے پرہیز کیا اور بھلائی کو سچ مانا، (اور اچھے انجام کو مانا) اس کو ہم آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔ (اس کو ہم راحت کی منزل کا اہل بنائیں گے) (اللیل:7-3)۔

لہٰذا، **ایمان کے بعد پہلا مقصد** اللہ کی اخلاقی صفات اپنانا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے: کہو: "اللہ کا رنگ اختیار کرو اس کے رنگ سے اچھا اور کس کا رنگ ہو گا" (البقرہ:138)؟ اللہ کے رنگ کیا ہیں؟ اللہ کے رنگ اس کی صفات ہیں۔ چونکہ اللہ رحیم ہے؛ لہٰذا، ہمیں بھی اپنے دلوں کو نرم کرنا سیکھنا چاہئے، تاکہ زیادتیوں کو نظر انداز کر سکیں۔ اللہ معاف کرنا، پسند کرتا ہے، لہٰذا ہمیں جدوجہد کرنی چاہئے، تاکہ اپنے غصے پر قابو پا کر معاف کرنا سیکھ سکیں۔ اللہ اپنی مخلوق پر فضل و کرم کرنا پسند کرتا ہے، لہٰذا ہمیں انسانی آبادی کے معیار زندگی کو بلند کرنے کے لئے جدوجہد کرنی چاہیے وغیرہ وغیرہ۔ میں نے اپنی کتاب "توحید" میں اللہ تعالیٰ کی ننانوے صفات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اللہ اپنی مخلوق کو ان کی ماؤں سے ستر گنا زیادہ پیار کرتا ہے، لہٰذا، ہمیں انسانیت سے پیار کرنے اور اس کا خیال رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے، خاص طور پر رشتہ داروں سے۔ مزید اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں (البقرہ::29) (یہ سب کے لیے ہیں)۔ اگر ہر شخص معاشی، فکری اور حیثیت کے لحاظ سے یکساں ہو جائے تو،

نظام نہیں چل سکتا، پھر نہ نفوس پذیری کے قانون کا وجود ہو گا اور نہ ہی معاشرے کا۔ لہٰذا، معاشرے کے وجود کے لیے دولت، علم اور رتبے میں عدم مساوات ضروری ہے۔ صرف اسی صورت میں نفوس پذیری کا قانون لاگو ہو سکتا ہے۔ لہٰذا، معاشرے کو پنپنے کے لیے، تینوں پہلوؤں میں بہاؤ اعلی حراستی سے کم حراستی کی طرف ہونا چاہیے۔ یعنی، قانون نفوس پذیری کے مطابق، دولت خیرات کے ذریعہ ضرورت مندوں تک پہنچنی چاہئے، علم پڑھے لکھے لوگوں سے ان پڑھوں تک اور معززین کو دوسروں کی عزتِ نفس کا خیال کرنا چاہئے۔ اسی طرح، خیرات وصول کنندہ جماعت کو مانگنے کی بجائے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے صبر کرنا چاہئے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ غریب مومن جو صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں، وہ امیر مومنوں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اگر ہم غور کریں، یومِ بعثت کا دن پچاس ہزار سال کا ہو گا، اور اگر پانچ سو سال کا ہر دن اس کے برابر ہوا یا اس سے زیادہ کا تو، امیر مومن جنت میں کب داخل ہو گا (اللہ نے ہمیں دولت امانت کے طور پر دی ہے، لہٰذا ہم ان تمام لذتوں کے لئے جوابدہ ہیں جن سے ہم فانی دنیا میں بہرہ مند ہوئے ہیں، یعنی، جتنی زیادہ دولت ہو گی، اتنا زیادہ حساب دینا ہو گا)؟؟ اس کی وضاحت کے لئے، قرآن مجید میں ارشاد ہے: تم نے دیکھا اس شخص کو! جو آخرت کی جزا و سزا کو جُھٹلاتا ہے؟ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے، اور مسکین کا کھانا دینے پر نہیں اکساتا (اور مسکینوں کو کھلانے پر نہیں اُبھارتا)۔ پھر تباہی ہے اُن نماز پڑھنے والوں کے لیے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں (بے خبر ہیں) جو ریاکاری کرتے ہیں اور معمولی ضرورت کی چیزیں (لوگوں کو) دینے سے گریز کرتے ہیں۔ (اور ادنٰی چیزوں میں بھی بخل کرتے ہیں) (سورۃ الماعون)۔ (یعنی، ایسے ایمان والے جو حقیقت میں ایمان نہیں رکھتے)۔ سورۃ الکہف میں اللہ فرماتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ جو کچھ سر و سامان بھی زمین پر ہے اس کو ہم نے زمین کی زینت بنایا ہے تاکہ ان لوگوں کو آزمائیں ان میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے (الکہف: 7) (یعنی، جو نفوس پذیری کے قانون پر عمل کرتے ہوئے اور اپنی دولت غریبوں کے ساتھ، علم کو ناخواندہ افراد کے ساتھ، اور حسنِ سلوک سب کے ساتھ بانٹتے ہیں)۔ **یہ ایمان کے بعد پہلا مقصد ہے، جہاں انسان نے تمام مخلوقات خصوصاً انسانوں کی دیکھ بھال میں عبور حاصل کرنا ہے۔** یہ وہ خوش قسمت لوگ ہیں جو جنت میں داخل ہوں گے، اور ایک دوسرے کا احترام اور خیال کریں گے (وہ جنھوں نے دنیاوی زندگی میں اپنے آپ کو اچھی طرح تیار کیا ہو گا)۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں کے بارے میں بتاتا ہے جو کامیاب ہوئے اور کیوں ہوئے: کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں اور ایک زبان اور دو ہونٹ (بات چیت اور غور کرنے کی دانش)

نہیں دیئے ؟اور کیا دونوں نمایاں راستے (نہیں) دکھا دیے ؟ مگر اس نے دشوار گزار گھاٹی سے گزرنے کی ہمت نہ کی اور تم کیا جانو ! کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی (تکلیف دہ چیزیں جس نے جنت کو گھیرا ہوا ہے)؟ کسی گردن کو غلامی سے چُھڑانا، یا فاقے (بھوک) کے دن کسی قریبی یتیم یا خاک نشین مسکین کو کھانا کھلانا۔ پھر (اس کے ساتھ یہ کہ) آدمی اُن لوگوں میں شامل ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر اور (خلقِ خدا پر) رحم کرنے کی تلقین کی۔ یہ لوگ ہیں دائیں بازو والے (خوش بخت)(البلد:20-8)۔ اللہ تعالٰی مزید فرماتے ہیں: اور اس نہایت پرہیز گار شخص کو اس (آگ) سے دور رکھا جائے گا جو پاکیزہ ہونے کی خاطر اپنا مال دیتا ہے۔ اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہے جس کا بدلہ اسے دینا ہو۔ وہ تو صرف اپنے ربِّ برتر کی رضاجوئی کے لیے یہ کام کرتا ہے۔ اور ضرور وہ (اس سے) خوش ہو گا(اللیل:21-17)۔ لیکن بد قسمتی سے، انسان اپنے نفس کے لالچ اور شیاطین جن اور انسانوں کے بہکاوے میں آکر، ربّ کے کچھ یا تمام احکامات کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ یہ رویہ معاشرے کے بھائی چارے کو ختم کرتا ہے۔ اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم ہوس پرستی اور خواہشِ نفس کی طرف جاتے ہیں (جو معاشرے کو تباہ کرتے ہیں)، یا ہم ناگوار اور تکلیف دہ چیزوں کو چنتے ہیں جو مضبوط معاشرے کی تشکیل کرتے ہیں (جیسے سپاہی بننے کے لیے اصلی گولیوں کے سائے میں تربیت لینا وغیرہ)۔ ہم انسان دُنیا کے مسابقتی امتحانات کے لئے دن رات سخت محنت کرتے ہیں اور آخرت کے امتحان کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہم جنت میں مفت داخل ہونا چاہتے ہیں۔ کیا جہاں انصاف ہو وہاں یہ بات سمجھ میں آتی ہے ؟ نہیں۔ یہاں مجھے دو حدیثیں یاد آئیں: ایک دن فجر کی نماز کے بعد نبیؐ نے پوچھا: "رات تم میں سے کس نے صدقہ دیا تھا"؟ کوئی نہ اٹھا۔ نبیؐ نے دوسری بار پوچھا : "رات تم میں سے کس نے صدقہ دیا تھا"؟ مجمع میں سے پھر کوئی نہ اٹھا۔ نبیؐ نے تیسری دفعہ جذبات میں پوچھا: "رات تم میں سے کس نے صدقہ دیا تھا"؟ ایک صحابی ڈرتے ڈرتے اٹھے اور کہنے لگے میں نے دیا تھا۔ نبیؐ نے فرمایا، تم گھبرا کیوں رہے ہو، میں نے فرشتوں کو ساری رات تمہارے اجر کو آسمان کی طرف لے جاتے دیکھا ہے، تم نے ایسا کیا صدقہ کیا تھا؟ وہ صحابی کہنے لگے رات مجھے نیند نہیں آرہی تھی، میں نے سوچا کہ میں کچھ صدقہ کروں۔ مجھے گھر میں کوئی چیز یا برتن نہیں ملا جسے میں صدقہ کرتا، میں دوبارہ لیٹ گیا۔ پھر بھی مجھے نیند نہ آئی، میں پھر اٹھا کہ کچھ صدقہ کروں، پھر سارا گھر چھان مارا صدقے کے لیے کوئی چیز نہ ملی۔ میں دوبارہ لیٹ گیا۔ نیند پھر بھی نہ آئی، میں اٹھا وضو کیا دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کی کہ اے ربّ جن جن سے مجھے گلہ ہے میں نے انہیں معاف کیا، تو بھی انہیں معاف کر دے۔ دوسری حدیث میں

نبیؐ نے فرمایا، جو اللہ سے معافی چاہتا ہے وہ دوسروں کو معاف کرے۔ یہ وہ وصف ہے جو ہمیں دنیا میں حاصل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔

ایمان کے بعد دوسرا بڑا مقصد: اللہ نے انسان کو عقل عطا فرمائی، تاکہ وہ اسے اس کی تخلیق کو سمجھنے کے لیے استعمال کرے، اس اختیار کے ساتھ کہ وہ اس میں تبدل و تغیر کر سکتا ہے (غلط استعمال پر ذمہ دار اور جوابدہ ہو گا)۔ سائنس دان ہمیں بتاتے ہیں کہ آئن اسٹائن، نیوٹن وغیرہ جیسے عقلمند اپنے دماغ کا صرف 10 سے 15 فیصد استعمال کرتے تھے، جبکہ ایک عام ذہین انسان اپنے دماغ کا صرف 7 سے 10 فیصد استعمال کرتا ہے۔ **لہٰذا، میری رائے میں دوسرا اور سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی دماغی قوت کو مثبت طور پر استعمال کرنے کی صلاحیت میں** (ہوس اور خواہشات سے بچتے ہوئے اور ناگوار اور تکلیف دہ کو برداشت کر کے) **اضافہ کرے**۔ میں عام طور پر کہتا ہوں، وہ خوش قسمت لوگ جو جنت میں داخل ہوں گے، وہ اپنی دماغی قوت کا سو فیصد جنت کے لوگوں کی بھلائی کے لئے استعمال کر سکیں گے (وہ جنہوں نے اللہ کے رنگوں میں مہارت حاصل کی ہو گی)۔ وہ کتنے اعلیٰ اخلاق کے سپر ذہین ہوں گے (جسے پنجابی میں کہیں گے کہ کتنی وڈی ٹوم ہوون گے)؟ سبحان اللہ! انسان اپنی دماغی قوت کو استعمال کرنا سیکھ رہا ہے، مثبت طور پر بھی، پر افسوس زیادہ تر منفی طور پر۔ منفی سوچ والے اپنے معمولی فائدے اور طاقت کے حصول کے لیے، اپنے بھائیوں کا استحصال اور ان کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں، جو آزاد پیدا ہوئے ہیں ان کو غلام بناتے ہیں، اور انھیں بلاجواز تکلیف پہنچاتے ہیں، ایسے لوگ بے رحمی سے لوگوں پر تشدد اور ان کا قتل عام کرتے ہیں۔ تمام انسان آدمؑ کی اولاد ہیں، لہٰذا ایک دوسرے کے بھائی بند ہیں، اس کے باوجود یہ شر پسند عناصر دوسروں کے حقوق کا خیال نہیں کرتے۔ انسان، جو بہترین مخلوق تھا، وہ بدترین بن گیا ہے۔ جانور تو صرف بھوک مٹانے کی خاطر شکار کرتا ہے، جبکہ انسان تفریح اور دوسروں پر اپنی برتری ظاہر کرنے کے لئے انسان کا شکار کرتا ہے۔ نسل انسانی کو غلام بنانے اور فوڈ چین پر کنٹرول حاصل کرنے کے لئے، انسان HAARP، جینیاتی انجینئرنگ وغیرہ جیسی ٹیکنالوجیز کے ذریعہ فطرت سے چھیڑ چھاڑ کر رہا ہے۔ نبیؐ نے ہمیں بتایا تھا کہ مسیح دجال موسم کو کنٹرول کرے گا، اس طرح فوڈ چین پر بھی۔ یہ ظالم لوگ فوڈ چین کو کنٹرول کر کے اور بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں (بشمول حیاتیاتی ہتھیاروں وائرس وغیرہ) کے ذریعہ انسانی آبادی کو تیزی سے کم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ غلام بنانے اور سخت کنٹرول کے لیے، وہ انسانوں کی نقل و حرکت کی نگرانی کے لئے ان کے جسموں میں نینو چپس داخل کرنے کی بھی

کوشش کر رہے ہیں۔ یعنی انسان اپنی تخلیق کے پہلے مقصد کے خلاف جا رہا ہے۔ایسے لوگ دوزخی ہیں۔ یہاں میرا ایک سوال ہے: ہم یہ مانتے ہیں کہ انسان،انسانوں کی نگرانی کر کے ان پر قابو پا سکتا ہے، لیکن پروردگار کی نگرانی کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں جو پہلے ہی جانتا ہے اور اس کی ٹیکنالوجی انسانوں سے بے حد اعلیٰ وارفع ہے، حساب کتاب کے دن ہم ان مانیٹر کیے گئے ثبوتوں سے کیسے بچیں گے؟ میں عام طور پر ایک مثال دیتا ہوں: والدین اپنے بچوں سے بہت پیار کرتے ہیں۔ وہ بچوں کو ایک دوسرے سے پیار اور ایک دوسرے کا خیال رکھنے کو کہیں گے۔ اور اگر کوئی بہن یا بھائی کے ساتھ زیادتی کرتا ہے اور والدین طاقت رکھتے ہیں تو وہ اسے سزا دیں گے۔ اسی طرح اللہ ہم سے ہمارے ماں باپ سے ستر گنا زیادہ پیار کرتا ہے، وہ بھی ہمیں کہتا ہے کہ آپس میں پیار محبت سے رہو، زیادتی کی صورت میں سزا (جہنم) بھگتنی ہو گی۔ اللہ نے ہر چیز کے لئے ایس او پیز مقرر کئے ہیں۔

کائنات کے ایس او پیز (احکامات، قانون، خاصیت، جبلت وغیرہ)

عنوان کو سمجھنے کے لیے، ہمیں سمجھنا ہو گا کہ کائنات کیوں تخلیق کی گئی اور یہ کیسے چلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم پیچیدہ کائنات کو اس کے ایس او پیز (قوانین جیسے کشش ثقل کا توازن وغیرہ) کے ساتھ تخلیق کیا۔ اللہ نے ہر سیارے، ہر ستارے، ہر کہکشاں، ہر بلیک ہول وغیرہ کو اس کے ایس او پیز (مدار وغیرہ کے احکامات) تفویض کیے ہیں، تاکہ وہ اپنی مقرر کردہ فرائض کی انجام دہی میں ایک دوسرے سے ٹکرا نہ جائیں۔ کشش ثقل کے توازن اور کہکشاؤں کا ایک دوسرے کو پار کرنے کے طریقے کی پیچیدگیوں کو سمجھنے سے قاصر ہو کر، سائنسدان یہ فرض کرنے پر مجبور ہوئے کہ وہاں کسی قسم کا تاریک مادہ ہے جو سیاروں کے ٹکراؤ کو روکتا ہے، اور ایک تاریک توانائی ہے جو کائنات کو پھیلا رہی ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے نہ صرف سیاروں کے لئے ایس او پیز تفویض کیے ہیں بلکہ ان میں موجود ہر چیز کے لئے ایس او پیز کو بھی تفویض کیا ہے۔ اللہ نے یہ سب انسانوں اور جنوں کے لیے پیدا کیا۔ تمام مخلوقات کو ان کے ایس او پیز تفویض کر دیئے گئے ہیں جس کی وہ پیروی کرتے ہیں (جسے اُن کی جبلت /ان کی خاصیت کہا جاتا ہے)۔ آفاقی نظام اللہ کی مرضی سے تشکیل پایا اور چلتا ہے۔ یہ اللہ ہی ہے جس نے اپنی رضا سے انسان کو اس نظام کو سمجھنے اور اس میں تبدیلی کرنے کی عقل عطا کی، اسی وجہ سے اسے اللہ کی بہترین مخلوق ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ قرآن میں انسانوں اور جنوں کو زندگی گزارنے کے ایس او پیز بتا دیئے گئے ہیں، اس اختیار کے ساتھ کہ

اکثر کو وہ نظر انداز اور اللہ کے نظام میں تبدیلیاں کر سکتے ہیں۔ امتحان ہونے کے ناطے، وہ غلط استعمال کے لئے جوابدہ ہوں گے، اور اگر معاشرے کے لئے فائدہ مند ہیں تو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ اسی طرح اللہ نے انسان کو اس فانی دنیا میں زندگی گزارنے کا ہدایت نامہ دیا ہے (ایس او پیز، قرآن)۔ بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لئے، اللہ نے وقت کے ساتھ ساتھ کم و بیش 124000 پیغمبر بھیجے اور بہت ساری الہامی کتابیں نازل کیں، اور اللہ کی آخری الہامی کتاب قرآن ہے جو آخری نبی محمدؐ پر نازل ہوئی۔ اللہ نے قرآن میں انسانوں کے لئے جن اخلاقی اور معاشرتی ایس او پیز (قوانین) کا تعین کیا ہے، اُن پر عمل کر کے، وہ بعد کی زندگی میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

ہم انسان یہ مانتے ہیں کہ (محدود اختیار کے باوجود) کسی بھی ادارے کے سربراہ کے پاس ایس او پیز کو نظر انداز/بدلنے کا صوابدیدی اختیار ہوتا ہے، اسی طرح، ربّ، جو ہر چیز کا خالق ہے (کلی اختیار کے ساتھ)، یہ اس کا صوابدیدی اختیار ہے کہ وہ جب اور جہاں چاہے، اپنے مقرر کردہ ایس او پیز کو نظر انداز/بدل سکتا ہے۔ اللہ کی طرف سے واضح طور پر ایس او پیز کو نظر انداز کرنے کو معجزہ کہتے ہیں۔ اگر کسی ادارے میں، اس کا سربراہ ایس او پیز کو واضح طور پر نظر انداز کرتا رہے تو، پورا نظام بگڑ جائے گا۔ اسی طرح، اگر اللہ ہمیشہ اختیار استعمال کرتے ہوئے اپنے مقرر کردہ ایس او پیز کو واضح طور پر نظر انداز کرے تو، غیب پر ایمان لانے کا امتحان بے معنی ہو جائے گا۔ ہاں، وہ ہمیشہ غیر محسوس انداز سے مداخلت کرتا ہے، جیسے، جب کوئی غلام اس کو پکارتا ہے، تو وہ اس کی پکار کا جواب دیتا ہے چاہے وہ اس پر یقین رکھتا ہے یا نہیں۔ وہ اسے غیر محسوس انداز سے ایسی جگہ سے مدد فراہم کرتا ہے، جہاں سے اسے توقع نہ ہو۔ قرآن میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہر بھلائی اس کی طرف سے ہے، **اور برائی فرد کے اپنے ہاتھ کی کمائی ہے۔** ایس او پیز اور معجزات (واضح مداخلت) کے مابین فرق کو سمجھنے کے لیے آیئے قرآن اور حدیث سے کچھ مثالوں کو دیکھتے ہیں۔ آگ میں انتہائی حرارت پیدا کرنے کی خاصیت ہے جو زندہ حیاتیات کو جلا دیتی ہے۔ لیکن جب ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکا گیا جو ہفتوں تک جلتی رہی تو اس سے آپؑ کو کوئی نقصان نہیں ہوا۔ کیوں؟ اللہ نے اپنا صوابدیدی اختیار استعمال کر کے فقط حضرت ابراہیمؑ کے لئے آگ کی گرم خاصیت کو ختم کیا اور اسے آپؑ کے لیے ٹھنڈا ہونے کا حکم دیا (ایک معجزہ)۔ پانی کی خاصیت ہے کہ وہ اپنی سطح کو برقرار رکھتا ہے، اور اپنے سے زیادہ کثافت کی چیز کو ڈوبو دیتا ہے۔ جب موسیٰؑ نے اپنے عصا کو سمندر پر مارا، تو اللہ کے حکم سے، سمندر پھٹ گیا، اور بنی اسرائیل کے لئے راستہ بنا دیا (سطح برقرار نہ رہی، ایک معجزہ)۔ ایک یہودی عورت

نے رسول اللہؐ کو عشائیہ کے لئے مدعو کیا اور آپؐ کو زہریلا کھانا پیش کیا۔ کھانے کی خاصیت یہ ہے کہ وہ بول نہیں سکتا، اور زہر کی خاصیت یہ ہے کہ وہ زندہ حیاتیات کو ختم یا نقصان پہنچا سکتا ہے۔ نبیؐ کے پہلا نوالہ کھانے کے بعد، کھانا بولا کہ وہ زہر آلود ہے۔ اپنے بستر مرگ پر رسول اللہؐ نے عائشہؓ سے کہا کہ یہ اس زہریلے نوالے کا اثر ہے جو میں نے کھایا تھا۔ اللہ نے پہلے نوالے کے لئے ایس او پیز کو ختم نہیں کیا، بعد میں انہیں ہٹا دیا، اور کھانا بول پڑا کہ میں زہریلا ہوں (ایک معجزہ)۔ آنے والے دنوں میں، شام (اردن) سے ایک لشکر امام مہدی کو ختم کرنے کے لئے آئے گا، اسے مدینہ اور مکہ کے درمیان بیداء کے مقام پر زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ کوئی فالٹ لائن وہاں سے نہیں گزرتی، پھر بھی ایک زلزلے کے ذریعہ فوج کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا (ایک معجزہ)۔ واضح اصولوں سے ہٹ کر اگر کچھ ہوتا ہے، اس کا مطلب ہے اللہ نے پوشیدہ طور پر اپنے صوابدیدی اختیار کا استعمال کیا، جو اس کا حق ہے۔ کچھ دن پہلے انڈونیشیا کا ایک طیارہ سمندر میں گر کر تباہ ہوا تھا، اس کے سب مسافر اور عملہ کے ارکان مر گئے تھے، سوائے چند ماہ کے ایک بچے کے جسے دو دن بعد بچا لیا گیا (یہ ہے صوابدیدی اختیار کا پوشیدہ استعمال)۔

نظام کو سمجھنے اور اس میں تبدیلیاں لانے کے لئے انسان کو عقل دی گئی۔ انسان نے زیادہ پیداوار دینے والے پودوں، بیماریوں کو ٹھیک کرنے کے لئے جنییاتی تبدیلیاں وغیرہ کی ہیں، جو مثبت پہلو ہیں۔ دوسری طرف، انسان کنٹرول حاصل کرنے کے لیے فطرت کے ایس او پیز کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر رہا ہے، اور بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار وغیرہ بنا رہا ہے، یہ اس کے منفی پہلو ہیں (جس کا انجام جہنم ہے)۔

ایک علمی شخص نے متعدی بیماریوں کے بارے میں مجھ سے دریافت کیا، اور مجھے چھ احادیث بتائیں، جن میں اس کے خیال میں تعارض تھا۔

ا) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "بیماری کا لگنا کوئی چیز نہیں اور ماہِ صفر اور الو کی کوئی اصل نہیں"، تو ایک اعرابی بولا: یا رسول اللہؐ! اونٹوں کا کیا حال ہے کہ ریت میں ایسے صاف ہوتے ہیں جیسے کہ ہرن، پھر ایک خارشی اونٹ آتا ہے اور سب کو خارشی کر دیتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: "پہلے اونٹ کو کس نے خارشی کیا (انفیکشن سے انفیکشن نہیں ہوتا، یہ بیکٹیریا/وائرس ہے جو بیمار کرتے ہیں)؟" بیمارِ جلد، جِلدی بیماری کا سبب نہیں بنتی، یہ بیکٹیریا یا وائرس ہیں جن سے جِلد بیمار ہوتی ہے، اور وہ متعدی ہیں۔ یہ ان کی جبلت میں ہے کہ کمزور قوت مدافعت والے جسم کو متاثر کرنا۔ وہ ایک جسم سے دوسرے جسم میں مختلف طریقوں سے، ہوا، پانی، چھونے وغیرہ کے ذریعہ منتقل ہوتے ہیں۔ میں اسے ایک مثال کے ساتھ سمجھاتا ہوں۔

فرض کریں کہ کوئی کوروناوائرس سے متاثر ہوا، اور جس سے اس کے پھیپھڑوں کو نقصان پہنچا، بعد میں کورونا وائرس ختم(زائل)ہو گیا، پر اس کے پھیپھڑے اب بھی بیمار(خراب)ہیں، لیکن اب یہ متعدی نہیں ہے(کیوں کہ وائرس کا خاتمہ ہو گیا ہے جو متعدی تھا اور جس کی وجہ سے پھیپھڑوں کو نقصان پہنچا تھا)۔ کینسر ایک مہلک بیماری ہے۔ یہ جسم کے خلیوں کی خرابی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ چونکہ یہ بیکٹیریا یا وائرس سے نہیں پھیلتی، لہذا یہ متعدی بیماری نہیں ہے۔ ایک اور چیز، تمام وائرل بیماریاں مہلک نہیں ہوتیں، نہ ہی تمام وائرس، بیکٹیریا مضر ہوتے ہیں، در حقیقت ہمارے نظام ہاضمہ کے لئے کچھ بیکٹیریا بہت ضروری ہیں، وہ اچھے بیکٹیریا کہلاتے ہیں۔

عن ابي هريرة، حين قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " لا عدوى ولا صفر ولا هامة "، فقال اعرابي: يا رسول الله فما بال الإبل تكون في الرمل كانها الظباء، فيجيء البعير الاجرب فيدخل فيها فيجربها كلها، قال: " فمن اعدى الاول " صحيح مسلم، كِتَاب السَّلَامِ، حدیث نمبر: 5788

ب) اسامہ بن زیدؓ سعدؓ سے بیان کرتے تھے کہ نبیؐ نے فرمایا کہ جب تم سنو کہ کسی جگہ طاعون کی وبا پھیل رہی ہے تو وہاں مت جاؤ، لیکن جب کسی جگہ یہ وبا پھوٹ پڑے اور تم وہاں موجود ہو تو اس جگہ سے مت نکلو(خود کو کورنٹین کرلو)۔ میں نے ایک اور حدیث میں پڑھا تھا کہ اگر کوئی شخص متاثرہ علاقے کو چھوڑ کر جاتا ہے اور مر جاتا ہے تو وہ حرام موت مرے گا۔ کیونکہ وہ ان جگہوں پر، جو اس بیماری سے پاک تھیں، بیماری کی منتقلی اور دوسروں کو تکلیف پہنچانے کا سبب بن سکتا ہے۔ جدید میڈیکل سائنس ہمیں یہی کہتی ہے۔ آج دنیا میں طاعون کی وبا نہیں ہے، کیوں؟ کیونکہ یہ ایک جراثیم سے پھیلتی ہے، اور ہمارے پاس مضبوط اینٹی بائیوٹکز ہیں جو بیکٹیریا کو مار ڈالتے ہیں۔ **یہ عقل کا مثبت استعمال ہے۔** دوسری طرف، شر پسند عناصر وائرس میں تبدیلی کر کے انہیں انتہائی متعدی اور مہلک بنا رہے ہیں دنیا کی آبادی کو کم کرنے کے لئے(قرآن کے مقرر کردہ اصولوں کو نظر انداز کرتے ہوئے)، **جو عقل کا منفی استعمال ہے۔**

عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال: " إذا سمعتم بالطاعون بارض فلا تدخلوها، وإذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا منها " صحيح بخاري، كِتَاب الطِّبِّ، حدیث نمبر: 5728

ت) ایک اور حدیث میں ہے کہ بنو ثقیف کے وفد میں ایک کوڑھی تھا۔ رسول اللہؐ نے اسے واپس جانے کے لئے کہا، اور کہا کہ میں نے تمہاری بیعت لے لی ہے(اس کی غیر موجودگی میں)۔ ایک اور حدیث میں نبیؐ نے فرمایا: کوڑھی سے اس طرح بھاگو جیسے تم شیر کو دیکھ کر بھاگتے ہو، یعنی چھونے سے احتیاط برتو۔

عن يعلى بن عطاء، عن رجل من آل الشريد يقال له عمرو، عن ابيه، قال: كان في وفد ثقيف رجل مجذوم، فارسل إليه النبي صلى الله عليه وسلم: " ارجع فقد بايعناك ". سنن ابن ماجه، كتاب الطب، حدیث نمبر: 3544

د) تیسری متعلقہ حدیث میں کہا گیا ہے: رسول اللہؐ نے ایک کوڑھی کا ہاتھ لیا اور اس کے ساتھ پیالے میں اپنا ہاتھ ڈالا، پھر اس سے کہا: کھاؤ، میں اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے۔ میری رائے میں اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ جب کوئی ایسی صورتحال پیدا ہو تو ہمیں اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ جیسے ڈاکٹروں کو اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے مریض کا علاج کرنا چاہیے (اللہ بہتر جانتا ہے)۔

عن جابر بن عبد الله، ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اخذ بید رجل مجذوم، فادخلها معه فی القصعة، ثم قال: "کل ثقة بالله وتوکلا علی الله"۔ سنن ابن ماجه، کتاب الطب، بَابُ: الْجُذَامِ، حدیث نمبر: 3542

ڈ) ایک اور حدیث میں نبیؐ نے فرمایا: بیماری متعدی ہونے، بدشگون ہونا، الو کا بدقسمتی کی علامت ہونا اور صفر کا مہینہ منحوس ہونا یہ سب مضحکہ خیز خیالات ہیں، لیکن کوڑھی سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہیں۔ کیوں؟ چونکہ بیماری متعدی نہیں ہے، بلکہ بیکٹیریا/وائرس جو بیماری پھیلاتے ہیں وہ متعدی ہیں۔ ہر ایک کی منتقلی کا اپنا طریقہ ہے۔ پہلے بیان کی گئی حدیث کے تسلسل میں، اس حدیث کا کہنا ہے کہ کوڑھی سے ایسے بھاگو جیسے شیر کو دیکھ کر بھاگتے ہو۔ کیونکہ اگر اللہ ایس او پیز کو بائی پاس نہ کرے تو بیماری پھیلانے والے وائرس متاثر کر سکتے ہیں۔

سعید بن میناء، قال: سمعت ابا هریرة یقول، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "لا عدوی ولا طیرة، ولا هامة ولا صفر، وفر من المجذوم کما تفر من الاسد"۔ صحیح البخاری، کِتَاب الطِّبِّ، بَابُ الْجُذَامِ، حدیث نمبر: 5707

دوسرا سوال جو اس نے اٹھایا تھا، کیا دواء برائے حفظ ماتقدم کی اجازت ہے؟ نبیؐ اپنے آپ کو صحت مند رکھنے کے لیے حفظ ماتقدم کے طور پر باقاعدہ وقفے وقفے سے حجامہ کرواتے تھے (جلد کو پچھنے لگوا کر خون نکالنا)۔ صدیوں کے بعد، حجامہ پھر منظر عام پر آیا ہے۔ یہ بیماریوں کا علاج اور روک تھام کرتا ہے۔

عن ابن عباس، ان رسول الله صلی الله علیه وسلم "احتجم وهو محرم" سنن نسائی حدیث: 2848

تیسرا سوال اس نے پوچھا، کہ کیا وجہ ہے کچھ لوگ بیماری سے بیمار ہو کر مر جاتے ہیں، جبکہ کچھ صحت یاب ہو جاتے ہیں، اور کچھ بالکل بیمار ہی نہیں ہوتے؟ کیا یہ اللہ کی مرضی کی وجہ سے نہیں ہے؟ میرا جواب تھا، اللہ کے مقرر کردہ ایس او پیز کا کہنا ہے کہ، یہ سب جسم کے قوت مدافعت پر منحصر ہے۔ قوت مدافعت کا نظام جتنا مضبوط ہو گا، اتنا بیمار ہونے کے امکانات کم ہوں گے۔ اگر ہم کھانا کھانے کے ایس او پیز پر عمل کریں تو ہمارا مدافعتی نظام مضبوط ہو گا، اور تقریباً تمام بیماریوں پر قابو پا لے گا۔ جڑی بوٹیوں کا ایک معالج

مدینہ آیا، اسے بتایا گیا کہ وہ یہاں بھوکا مر جائے گا، کیونکہ ہم اپنی بھوک رکھ کر کھاتے ہیں، لہٰذا کوئی بیمار نہیں ہوتا۔ ہم انسانوں کے لئے دوسری متعلقہ ایس او پیز اللہ پر بھروسہ کرنا ہے، اور ٹینشن نہ لینا۔ تناؤ مدافعتی نظام کو کمزور کرتا ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے: لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو کہتا ہے کہ ہم ایمان لائے اللہ پر۔ مگر جب وہ اللہ کے معاملہ میں ستایا گیا تو اس نے لوگوں کی ڈالی ہوئی آزمائش کو اللہ کے عذاب کی طرح سمجھ لیا۔ اب اگر تیرے ربّ کی طرف سے فتح و نصرت آگئی تو یہی شخص کہے گا کہ "ہم تو تمہارے ساتھ تھے۔ "کیا دنیا والوں کے دلوں کا حال اللہ کو بخوبی معلوم نہیں ہے (العنکبوت:10)؟

بعض اوقات لوگ آہ و بکا کرتے ہیں، اگر یہ ان کے مقدر میں لکھا ہے تو پھر وہ اس کے لئے جوابدہ کیوں ہیں؟ تقدیر کوئی اسکرپٹ نہیں جس پر عمل کرنا ہوتا ہے، بلکہ جو ہم کریں گے وہ اللہ نے اپنے علم سے لکھ کر رکھ دیا ہے۔ اسے میں ایک مثال سے سمجھاتا ہوں۔ ایک چالاک چور چوری کرتے ہوئے پکڑا گیا، اور جب اسے عمرؓ کے دربار میں لایا گیا تو اس نے آپ سے کہا، "اے عمر کیا آپ مجھے اس گناہ پر سزا دینا چاہتے ہیں جو میرے مقدر میں لکھا ہے؟ عمرؓ نے جواب دیا، "نہیں، میں تمہیں تمہارے مقدر میں لکھی سزا دینے جارہا ہوں۔" یعنی، آزاد مرضی کی بنا پر وہ اپنے اعمال کے لیے جوابدہ تھا۔ آخر میں، یاد رکھیں، اگر اللہ کسی کو نعمت سے نوازنا چاہے، تو دنیا کی تمام طاقتیں مل کر اسے روک نہیں سکتیں، اور اگر اللہ کسی سے کسی نعمت کو روکنا چاہے، تو دنیا کی تمام طاقتیں مل کر اسے دے نہیں سکتیں۔ لہذا، ہمیں چاہیے کہ اللہ پر بھروسہ کریں اور صبر سے کام لیں، اللہ نے چاہا جنت میں ہمارا گھر ہوگا۔

اوپر کی گئی گفتگو سے ہم اخذ کر سکتے ہیں:

1) کوئی بیماری متعدی نہیں ہوتی ہے (سوائے وائرس اور بیکٹیریا کے)۔

2) بیکٹیریا اور وائرس کی بیماریوں کے پھیلاؤ سے بچنے کے لئے قرنطینہ اور احتیاطی تدابیر ضروری ہیں۔

3) اللہ پر بھروسہ کریں اور ذہنی تناؤ سے بچیں۔

4) احتیاطی تدابیر اور دواؤں کا استعمال کرنا جائز ہے۔

5) اللہ پر بھروسہ رکھ کر مریض کی دیکھ بھال کریں۔

6) اللہ جو چاہے کر سکتا ہے، جو اللہ چاہے گا وہ ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انسان کی تخلیق

اللہ نے دنیاوی زندگی کو آخرت کے لئے ایک حتمی آزمائش اور امتحان بنایا ہے، اور موت کے ساتھ ہی یہ دنیاوی زندگی اور امتحان ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: اور نفسِ انسانی کی اور اس ذات کی قسم! جس نے اسے متناسب بنایا پھر اس کی بدی (فُجور) اور اس کی پرہیز گاری (تقویٰ) کو اس پر الہام کر دیا یقیناً فلاح پا گیا (کامیاب ہُوا) وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا (پاک کیا) اور نامراد ہوا وہ جس نے اُسے دبا دیا۔ (آلودہ کیا) (الشمس :10-7)۔ یہ دنیاوی امتحان پہلا اور آخری امتحان ہے، جس کے بعد نہ تو اس فانی کائنات کو دوبارہ تخلیق کیا جائے گا، اور نہ ہی کسی کو دوبارہ آزمائش کے لئے زمین پر بھیجا جائے گا (انسان اس کی تباہی کا سبب ہو سکتا ہے، لیکن اسے دوبارہ تخلیق نہیں کر سکتا)۔ لہٰذا، انسانوں اور جنوں کے پاس صرف ایک ہی موقع ہے کہ وہ آنے والی زندگی کے لیے اپنے آپ کو تیار کریں، جہاں اللہ ہر فرد کو زندہ کرے گا اور اس کی تقدیر کا فیصلہ اس کے ایمان اور اعمال (اچھے یا برے) کی بنیاد پر کرے گا۔ لہٰذا، موت جنت کی ابدی زندگی یا جہنم کا گڑھا ہے (اللہ ہمیں جہنم سے بچائے)۔ آمین!

جہاں تک اس زمین پر انسانی زندگی کا تعلق ہے، تو اربوں انسان ہم سے پہلے آئے اور مر کر اس فانی دنیا کو چھوڑ کر چلے گئے، اور شاید ہمارے بعد بھی اربوں لوگ اور آئیں گے، اور بالآخر اپنے مقررہ وقت پر، سب اس فانی دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ نبیؐ نے فرمایا تھا کہ تم قبرستان جایا کرو کیونکہ یہ تمہیں موت کی یاد دلائے گی (یوم الجزا کا خوف)۔ قبرستان میں، اگر ہم پرانی قبروں پر غور کریں تو ہمیں اندازہ ہو گا کہ ان قبروں کے رہائشیوں کا زیادہ تر وقت زیرِ زمین گزرا اور زمین کے اُوپر نسبتاً بہت ہی کم وقت گزرا ہے۔ اسلام میں موت زندگی کا خاتمہ نہیں، بلکہ قیامت تک ایک اور جہت میں زندگی کا تسلسل ہے۔ جب صور پھونکا جائے گا تو قیامت کی گھڑی شروع ہو گی، اور قیامت کی گھڑی کے بعد اللہ ہر چیز کا وجود ختم کر دے گا، سارے مادے، توانائی، جاندار، ارواح، جنت، جہنم، فرشتے وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے: ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے۔ اور صرف تیرے ربّ کی جلیل و کریم ذات ہی باقی رہنے والی ہے (الرحمٰن :27-26)۔ پھر جب اللہ چاہے گا وہ یومِ محشر برپا کر کے تمام انسانوں اور جنوں کو زندہ کرے گا اور کائنات کو نئے قوانین کے ساتھ تخلیق کرے گا، اس کے بعد یوم جزا شروع ہو گا۔ وہاں انسانوں اور جنوں میں سے ہر

ایک اللہ کے سامنے جوابدہ ہو گا اور وہ ان کو ان کے ایمان اور اعمال کے مطابق جزا یا سزا دے گا۔ لیکن بد قسمتی سے، فوری دنیاوی فوائد کی خاطر ہم ہمیشگی کی زندگی کو بھول جاتے ہیں۔ اسی لئے سورۃ التکاثر میں اللہ کا ارشاد ہے: تم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دنیا حاصل کرنے کی دُھن نے غفلت میں ڈال رکھا ہے۔ یہاں تک کہ (اسی فکر میں) تم لبِ گور تک پہنچ جاتے ہو، ہر گز نہیں! عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا۔ ہر گز نہیں! عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا۔ پھر (سن لو کہ) ہر گز نہیں! عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا۔ ہر گز نہیں! اگر تم یقینی علم کی حیثیت سے (اس روش کے انجام کو) جانتے ہوتے (تو تمہارا یہ طرزِ عمل نہ ہوتا)۔ تم دوزخ دیکھ کر رہو گے، پھر (سن لو کہ) تم بالکل یقین کے ساتھ اسے دیکھ لو گے۔ پھر ضرور اُس روز تم سے اِن نعمتوں کے بارے میں جواب طلبی کی جائے گی۔ اور پھر سورۃ العصر میں مزید کہا گیا کہ: زمانے کی قسم! (زمانہ شاہد ہے!) انسان در حقیقت خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے! جو ایمان لائے، اور نیک اعمال کرتے رہے، اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کرتے رہے اور (ایک دوسرے کو) صبر کی تلقین کرتے رہے۔ قیامت کے دن کے نتائج کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ ہم نے اس فانی دنیا میں اپنی زندگی کیسے گزاری۔ اگر وہ ایمان رکھتا تھا اور اللہ کے رنگوں میں ڈھل گیا تھا، تو اللہ نے چاہا وہ جنت کا باسی ہو گا، ورنہ خدا نخواستہ دوزخ میں ہمیشہ کے لیے اس کا ٹھکانہ ہو گا۔ اس زندگی کی حقیقت یہ ہے کہ انسان خالی ہاتھ اس دنیا میں آیا تھا اور خالی ہاتھ ہی اس دنیا سے رخصت ہو گا۔ صرف اس کے اعمال اس کے ساتھ اگلی منزل تک جائیں گے۔ پر افسوس، دنیاوی فائدہ کی ہوس نے انسان کو اپنے مقصد سے بہت دور کر دیا ہے۔

انسان کی حقیقت: انسان نے تو اپنے ربّ سے کائنات کی ہر چیز سے بڑھ کر پیار کرنا تھا، اور اس کے بتائے ہوئے طریقے پر چلنا تھا۔ اسے اللہ کی عطا کردہ ساری نعمتوں کا شکر گزار ہونا چاہیے تھا۔ اسے اللہ کے رنگوں میں رنگ کر اپنے اخلاق کو درست کرنا تھا، پھر اللہ کا پیغام دوسروں تک پہنچانا تھا۔ بد قسمتی سے، انسان اپنے تکبر میں، بھول جاتا ہے کہ اسے کیسے اور کیوں پیدا کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ ہی تو ہے جس نے ضعف کی حالت سے تمہاری پیدائش کی ابتدا کی پھر اس ضعف کے بعد تمہیں قوت بخشی، پھر اس قوت کے بعد تمہیں ضعیف اور بوڑھا کر دیا۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے (الروم: 54)۔ صد افسوس، انسان اپنے باطن کے بہکاوے میں آ کر خود کو خدا سمجھنے لگتا

ہے۔ آہ، وہی آدمی اپنے جیسے آدمی کا محکوم بننے کے لئے تیار ہو جاتا ہے، لیکن وہ جس نے اسے اور زبردست کائنات کو پیدا کیا ہے اس کے تابع ہونے کو تیار نہیں ہے۔ انسان اپنے تکبر میں دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا کوئی خالق نہیں، اور یہ کہ وہ ایک بندر سے ارتقا کر کے بنا ہے۔ انّاللہ۔ چونکہ برائی آسانی سے متحد ہو جاتی ہے، جبکہ اچھائی ہچکچاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ برائی تیزی سے پھیلتی ہے، اور اچھائی کا پھیلاؤ ہمیشہ بہت سست ہوتا ہے۔ جب برائی اچھائی پر مکمل حاوی ہو جاتی ہے، تب اللہ ہدایت کے لئے اپنا رسول بھیجتا ہے، جو لوگ ایمان لاتے ہیں فلاح پاتے ہیں، لیکن مغرور ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ یہ وہ حقیقت ہے جسے انسان نے ہمیشہ نظر انداز کیا اور اپنی ادنی تخلیق کو بھول گیا۔ چونکہ محمدؐ آخری نبی تھے، اور اب چونکہ دجال کی برائی نے اچھائی کو مغلوب کر لیا ہے، امام مہدیؑ اس کو شکست دیں گے اور حضرت عیسیٰؑ کی واپسی کے لیے راستہ صاف کر دیں گے۔ عیسیٰؑ چالیس سال تک انصاف کے ساتھ دنیا پر حکمرانی کریں گے، ایک خدا، ایک نظام کے تحت۔

انسانی کی ادنی تخلیق: ذہن میں سوال آتا ہے کہ اللہ نے ہمیں ایک گندے قطرے سے کیوں پیدا کیا، ایک ایسے قطرے سے جسے گندا، حقیر اور اس لائق سمجھا جاتا ہے کہ اسے دھو کر صاف کیا جائے؟ ایک ایسا سیال جو جسم کے ایسے حصے سے نکلتا ہے جسے ڈھانپا جاتا ہے اور اسے کھلا چھوڑنا باعثِ شرم ہے۔ وہ حصہ جو ہمارے جسم سے پیشاب (گندگی، فضلہ) خارج کرتا ہے۔ مزید برآں، جب بچہ اس دنیا میں آتا ہے، تو یہ دوبارہ ماں کے جسم کے اسی حصے کے ذریعے سے آتا ہے۔ اللہ انسان کی تخلیق کو تفصیل سے کیوں بیان کرتا ہے؟ میرے خیال میں کم از کم تین وجوہات ہیں۔ **پہلی وجہ:** انسان کو اس کی پست تخلیق کے بارے میں اس لیے بتایا جاتا ہے، تا کہ وہ اپنے گھمنڈ پر قابو پا سکے۔ **دوسری وجہ:** انسان کو اپنی کمتر تخلیق کے بارے میں بتانے کی وجہ یہ ہے تا کہ وہ کائنات میں موجود پیچیدہ علامات کو سمجھنے اور اپنے خالق کو پہچاننے کے لئے اپنی عقل کا استعمال کرے۔ (اسی وجہ سے فرشتوں کو آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا)۔ جب ہم تعصب کے بغیر نشانیوں کو سمجھنے کی کوشش کریں گے، تو ہم ربّ کو پا لیں گے۔ یہ ہم میں عاجزی پیدا کرے گا، ہمارے منفی رجحان کو روک دے گا، اور ہمیں اپنی تخلیق کے مقصد کا احساس دلائے گا۔ اس طرح، ہم امن اور آشتی کے ساتھ رہنا سیکھ لیں گے۔ عقلمندوں کے لئے ایک علامت کے طور پر، چودہ سو سال پہلے (الٹرا ساؤنڈ مشینوں سے بہت پہلے)، اللہ نے قرآن میں ماں کے پیٹ میں جنین کی افزائش اور نشو و نما کے

ترتیب وار مراحل کو واضح طور پر بیان کیا۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو، انسانوں کو جنین کی نشوونما کے مراحل کے بارے میں بہت کم علم تھا(کوئی الٹرا ساونڈ، کوئی ایکسرے مشین نہ تھی)۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: لوگو! اگر تمہیں زندگی کے بعد موت کے بارے میں کچھ شک ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے، پھر نطفے سے، پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر گوشت کی بوٹی سے جو شکل والی بھی ہوتی ہے اور بے شکل بھی (یہ ہم اس لیے بتا رہے ہیں) تاکہ تم پر حقیقت واضح کریں۔ ہم جس (نطفے) کو چاہتے ہیں ایک وقتِ خاص تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر تم کو ایک بچے کی صورت میں نکال لاتے ہیں (پھر تمہیں پرورش کرتے ہیں) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو۔ اور تم میں سے کوئی پہلے ہی واپس بلا لیا جاتا ہے اور کوئی بدترین عمر کی طرف پھیر دیا جاتا ہے **تاکہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہ جانے**۔ (تمہیں زندہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے) تم دیکھتے ہو کہ زمین سوکھی پڑی ہے، پھر جہاں ہم نے اُس پر مینہ برسایا کہ یکایک وہ پھبک اٹھی اور پھول گئی اور اس میں ہر قسم کی خوش منظر نباتات اگلنی شروع ہو گئیں (بیج/ ڈی این اے) (الحج:5)۔ مزید اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا، پھر اسے ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کیا، پھر اس بوند کو لوتھڑے کی شکل دی، پھر لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا، پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا کھڑا کیا۔ پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ، **سب کاریگروں سے اچھا کاریگر۔** پھر اس کے بعد تم کو ضرور مرنا ہے، پھر قیامت کے روز یقیناً تم اٹھائے جاؤ گے (اس کے پاس پہلے ہی ہمارا ڈیزائن، ڈی این اے ہے) (المومنون:16-12)۔ مزید اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر وہ تمہیں بچے کی شکل میں نکالتا ہے، پھر تمہیں بڑھاتا ہے تاکہ تم اپنی پوری طاقت کو پہنچ جاؤ، پھر اور بڑھاتا ہے تاکہ تم بڑھاپے کو پہنچو۔ اور تم میں سے کوئی پہلے ہی واپس بلا لیا جاتا ہے، **یہ سب کچھ اسے لیے کیا جاتا ہے تاکہ تم اپنے مقررہ وقت تک پہنچ جاؤ، اور اس لیے کہ تم حقیقت کو سمجھو** (المومن :67)۔ تفسیر ابن کثیر کے مطابق، انسان کی تخلیق خاک سے متعلق حوالہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ نے پہلے انسان حضرت آدمؑ کو خاک سے پیدا کیا، اور پھر اس نے اس کی اولاد کو حقیر پانی منی سے پیدا کیا۔ یہ ایک پیغام ہے صاحبِ فہم کے لئے۔

انسان جھگڑالو ہے: انسان اپنے تکبر میں اللہ کے وجود اور اس کے دین کا انکار کرتا ہے، اور اصرار کرتا ہے کہ وہ صحیح ہے۔ اس کے دلائل حق کو ثابت کرنے کے لئے نہیں، بلکہ اسے دبانے اور حق کو سامنے آنے سے روکنے کے لیے ہیں۔ اسی لئے قرآن مجید میں ارشاد ہے: اس نے انسان کو ایک ذرا سی بوند سے پیدا کیا ہے اور دیکھتے دیکھتے صریحاً وہ ایک جھگڑالو ہستی بن گیا (النحل:4)۔ اس کی ضد / جہل کی نفی کرنے کے لئے، اللہ انسان کو یاد دلاتا ہے کہ وہ کس طرح ایک منی کے نطفہ سے پیدا کیا گیا ہے، جو آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا، اور پھر جب وہ بڑا ہوتا ہے تو، اس ہستی کے بارے میں بحث کرتا ہے جس نے اسے پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو متنبہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تاکہ اس کا امتحان لیں اور اس غرض کے لیے ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا۔ ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، (راہ سجھا دی) خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے **والا کفر کرنے والوں کے لیے ہم نے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کر رکھی ہے** (الدھر :4-2)۔ اپنے آس پاس موجود تمام آفاقی حقائق اور نشانیوں کے باوجود انسان اندھا، بہرہ بن کر اور اپنے ارد گرد کی نشانیوں پر غور کیے بغیر، جان بوجھ کر اللہ، اس کی صفات اور اسلام کے دیگر پہلوؤں کے بارے میں جھگڑتا ہے، محض سچے ربّ کی تابعداری کرنے سے بچنے کے لئے جس نے اسے پیدا کیا (لیکن خوشی سے اپنے جیسے فانی شخص کے سامنے جھک جاتا ہے)، اُس کو رزق دیا، اور پھر اُسے بینائی، قوتِ سماعت اور عقل دی۔ اللہ نے ان کے دوغلے پن کو یوں بیان کیا ہے: انسانوں میں کوئی تو ایسا ہے، جس کی باتیں دنیا کی زندگی میں تمہیں بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں، اور اپنی نیک نیتی پر وہ بار بار خدا کو گواہ ٹھیراتا ہے، مگر حقیقت میں وہ بدترین دشمنِ حق ہوتا ہے (البقرہ:204)۔

جو لوگ متکبر / ضدی ہیں وہ اپنے تعصب کی آڑ میں چھپنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اپنے تکبر میں، وہ اپنی آنکھیں، اپنے کان اور اپنے دلوں کو ربّ کی نصیحت کے لئے بند کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ سائنس دانوں کے پیش کردہ مفروضوں پر یقین کرتے ہیں، جو انہیں ناشکری اور کفر کی طرف لے جاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں، ایسے لوگ اللہ کی نعمتوں کا انکار، اس کے احکامات کو مسترد کرتے ہیں، وہ اس کے انبیاء اور ان کے پیغام پر یقین نہیں کرتے اور سب سے اہم وہ قیامت کے دن کا انکار کرتے ہیں۔ قرآن کی سورۃ الکہف میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ ایک مغرور شخص جس کے پاس دو خوبصورت باغ تھے اور اس کے پڑوسی کے درمیان ہونے والی گفتگو کو بیان کرتا ہے۔ وہ اپنے پڑوسی سے زیادہ دولت مند اور بڑے کنبے سے ہونے کے گھمنڈ میں کہتا ہے: "میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور تجھ سے زیادہ طاقتور نفری رکھتا ہوں۔ میں نہیں سمجھتا کہ

یہ دولت کبھی فنا ہو جائے گی، اور مجھے توقع نہیں کہ قیامت کی گھڑی کبھی آئے گی۔ تاہم اگر کبھی مجھے اپنے ربّ کے حضور پلٹایا بھی گیا تو ضرور اس سے بھی زیادہ شاندار جگہ پاؤں گا"۔ اس کی بات سن کر اس کے پڑوسی نے حیرت سے کہا: "کیا تو کفر کرتا ہے اس ذات سے جس نے تجھے مٹی سے اور پھر نطفے سے پیدا کیا اور تجھے ایک پورا آدمی بنا کر کھڑا کیا؟ رہا میں! تو میرا ربّ تو وہی اللہ ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ اور جب تو اپنی جنت (باغ) میں داخل ہو رہا تھا تو اس وقت تیری زبان سے یہ کیوں نہ نکلا کہ ما شَاء اللہ، لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہ؟ اگر تو مجھے مال اور اولاد میں اپنے سے کمتر پا رہا ہے، تو بعید نہیں کہ میرا ربّ مجھے تیری جنت سے بہتر عطا فرما دے اور تیری جنت (باغ) پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے جس سے وہ صاف میدان بن کر رہ جائے، یا اس کا پانی زمین میں اُتر جائے اور پھر تو اسے کسی طرح نہ نکال سکے" (الکہف :34-41)۔ اس گفتگو کا مقصد ہمیں ہماری اصلیت کی یاد دلانا ہے، تاکہ ہم ان دنیاوی فوائد سے بے وقوف نہ بنیں، اور اللہ کے حضور عاجز بن کر رہیں، اور نہ ہی قیامت کی گھڑی اور یومِ بعثت کی حقیقت سے انکار کریں۔ قرآن نے اس کا ذکر اس طرح کیا ہے۔ نطفے کی ایک بوند سے اللہ نے اُسے پیدا کیا، پھر اس کی تقدیر مقرر کی، (پھر اس کے لیے ایک اندازہ ٹھہرایا) پھر اُس کے لیے زندگی کی راہ آسان کی، پھر اُسے موت دی اور قبر میں پہنچایا۔ پھر جب چاہے وہ اسے دوبارہ اٹھا کھڑا کر دے (زندگی کی تلخ حقیقت) (عبس :19-22)۔ قیامت کے نزول پر زور دینے کے لیے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: اور یہ کہ اُسی نے نر اور مادہ کا جوڑا پیدا کیا ایک بُوند سے جب وہ ٹپکائی جاتی ہے اور یہ کہ دوسری زندگی بخشنا بھی اُسی کے ذمہ ہے (النجم :45-47)۔ جس کے لئے پہلی تخلیق آسان تھی، دوبارہ تخلیق اور بھی آسان ہو گی۔ اپنے تعصبات میں بند لوگ اس بات کو قبول کر لیتے ہیں جب سائنس دان کہتے ہیں کہ وہ ڈی این اے کے ذریعہ ڈایناسار کو وجود میں لانے کے بارے میں کافی پرامید ہیں، جبکہ خالق جس نے ڈی این اے بنایا ہے وہ نہیں کر سکتا!!۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ دن جب کہ آسمان کو ہم یوں لپیٹ کر رکھ دیں گے جیسے طومار (پلندہ) میں اوراق لپیٹ دیے جاتے ہیں۔ جس طرح پہلے ہم نے تخلیق کی ابتدا کی تھی اُسی طرح ہم پھر اس کا اعادہ کریں گے۔ یہ ایک وعدہ ہے ہمارے ذمے، اور یہ کام ہمیں بہر حال کرنا ہے (الانبیاء :104)۔

انسان کا تکبر: تیسری وجہ قرآن مجید میں انسان کی کمتر تخلیق کا ذکر کرنے کی یہ ہے تاکہ انسان کو اپنی تخلیق اور یومِ جزا کی تنبیہ پر اللہ کی کامل قدرت کا یقین ہو جائے۔ یہ تکبر ہی ہے جو انسان کو اللہ، کائنات کے مالک

کے رنگوں میں رنگنے سے روکتا ہے۔ اللہ نے انسان کو دانش عطا کی تاکہ وہ کائنات میں غور و فکر کر کے ربّ کو پہچانے۔ انسان جس کو اللہ نے عقل عطا کی، اپنی لاعلمی / تکبر میں جواب دیتا ہے اور کہتا ہے: اس کائنات کا وجود ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ رہے گا (سٹیڈی سٹیٹ تھیوری)۔ چودہ سو سال پہلے قرآن نے عظیم دھاکہ کے ساتھ کائنات کی تخلیق کا ذکر کیا، آج سائنس اسے ایک آفاقی سچائی کے طور پر جانتی ہے۔ سائنس دان اس بات پر متفق ہیں کہ اگر عظیم دھاکہ صحیح قوت سے نہ ہوتا تو کائنات کا وجود نہ ہوتا، یعنی، اگر دھاکے کی طاقت قدرے زیادہ ہوتی تو سیارے نہ بنتے، اور اگر یہ قدرے کم ہوتی تو یہ بگ بینگ سے پہلی حالت میں چلی جاتی۔ اسی طرح، وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ اگر الیکٹران اور پروٹون کے چارج میں تھوڑا سا فرق ہوتا تو تب بھی کائنات کا وجود نہ ہوتا (اشارہ ہے عمدہ ڈیزائن کی طرف)۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جس چیز کا آغاز ہے وہاں اس کے خالق کا ہونا ضروری ہے۔ پھر بھی ایسے لوگ اپنے تکبر اور اپنی لاعلمی میں کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ اتفاق سے وجود میں آیا۔ قرآن میں ادنی تخلیق کے بارے میں ذکر ان لوگوں کے لئے نہیں، بلکہ اُن لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے اپنے آپ کو اپنے تعصب کے خول میں بند نہیں کیا، جو اپنی دانش کو استعمال کرنے کے لیے تیار ہیں، جو تازہ ہوا کا سانس لینے (رہنمائی کو قبول کرنے) اور اس پر قائم رہنے کے لئے تیار ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ پوچھتا ہے: اب ان سے پُوچھو، اِن کی پیدائش زیادہ مشکل ہے یا اُن چیزوں کی جو ہم نے پیدا کر رکھی ہیں؟ ان کو تو ہم نے لیس دار گارے سے پیدا کیا ہے۔ تم (اللہ کی قدرت کے کرشموں پر) حیران ہو اور یہ اس کا مذاق اُڑا رہے ہیں۔ سمجھایا جاتا ہے تو سمجھ کر نہیں دیتے (دھیان نہیں کرتے)۔ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اسے ٹھٹھوں میں اُڑاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں "یہ تو صریح جادو ہے۔" بھلا کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ جب ہم مر چکے ہوں اور مٹی بن جائیں اور ہڈیوں کا پنجر رہ جائیں اُس وقت ہم پھر زندہ کر کے اٹھا کھڑے کئے جائیں؟ اور کیا "ہمارے اگلے وقتوں کے آباؤ اجداد بھی اٹھائے جائیں گے"؟ ان سے کہو ہاں، اور تم (خدا کے مقابلے میں) بے بس ہو (صافات: 18-11)۔

اللہ نے انسان کو عقل اور اختیار سے نوازا ہے کہ اسے مثبت یا منفی انداز میں استعمال کر سکے (وہ غلط استعمال کے لیے جوابدہ ہو گا)۔ افسوس! متعصب لوگوں کی اکثریت اپنی عقل کو منفی انداز میں استعمال کرتی ہے۔ انسانی دیوتا بننے کی کوشش میں، وہ HAARP ٹیکنالوجی اور جنیاتی انجینئرنگ کے ذریعہ انسانوں کو غلام بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ شر پسند عناصر فوڈ چین کو کنٹرول کرنے کے لیے، پہلے سے فطرت کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر رہے ہیں۔

ایک دن قیام اللیل کی نماز میں سورۃ رحمان کی تلاوت کرتے ہوئے آیات 55:7-8 نے مجھے چونکا دیا، جن میں کہا گیا ہے: آسمان کو اس نے بلند کیا اور اس کا توازن قائم کیا، اس کے توازن میں خلل نہ ڈالنا۔ یعنی آفاقی توازن کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کرنا۔ اس آیت نے مجھے چونکا دیا کہ اللہ نے اس کا ذکر کیوں کیا؟ چونکہ اللہ نہ تو بلا مقصد چیز پیدا کرتا ہے اور نہ ہی بے معنی چیز کا ذکر کرتا ہے۔ غور و فکر کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عالمگیر توازن کے ساتھ انسان چھیڑ چھاڑ کرے گا، بالکل اسی طرح جیسے وہ فطرت کے ساتھ کر رہا ہے۔ مندرجہ بالا آیت کے نتائج کو بیان کرنے کے لئے، میں اسے ایک مثال کے ساتھ سمجھاتا ہوں۔ فرض کریں کہ ہم چھ مقناطیس ایک فاصلے پر چھ سمتوں میں رکھیں، اور پھر درمیان میں کسی سوئی کو ایک ایسی متوازن جگہ پر رکھیں جہاں تمام مقناطیسی قوتیں برابر ہوں تو سوئی ہوا میں معلق ہو جائے گی۔ اگر ہم کسی مقناطیس یا سوئی کو تھوڑا سا چھیڑیں تو توازن بگڑ جائے گا اور سوئی زیادہ مقناطیسی قوت سے ٹکرا جائے گی۔ کائنات میں عدم توازن سیاروں کے مابین ٹکراؤ کا باعث بنے گا جو کائنات کو ختم کر دے گا (وہ قیامت کی گھڑی ہو گی، واللہ اعلم بالصواب)۔ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ اربوں سال بعد توازن کے بگڑنے سے کائنات کا خاتمہ ہو سکتا ہے (میری رائے میں اللہ کا مقرر کردہ عالمگیر توازن اتنا قطعی اور درست ہے کہ جب تک اس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے، یہ اپنا توازن کبھی نہیں کھو سکتا)۔ لیکن دوسری طرف اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ قیامت بہت قریب ہے۔ انسان محض دوسروں پر بالادستی حاصل کرنے کی خاطر، اپنی ٹیکنالوجیز کے ذریعہ فطرت کے توازن کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر رہا ہے، میری رائے میں اسی طرح، ضروری علم حاصل کرنے اور جاننے کے بعد، انسان ایک دن عالمگیر توازن کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرے گا، اور جو قیامت کے دن کا متحرک ہو گا (اللہ کی اجازت سے)۔ ایک فنکار اپنی فضول سی تخلیق کو تباہ کرنا پسند نہیں کرتا ہے، اسی طرح، میری رائے میں رحیم ربّ اپنی تخلیق کو کبھی بھی ختم نہیں کرنا چاہے گا۔ یہ انسان ہی ہو گا جو کائنات کو ختم کرے گا۔ کچھ سال پہلے میں نے ایک مضمون پڑھا تھا جس میں فرانس میں سائنس دانوں نے کئی میل لمبی سرنگ کھودی تھی، جس میں ان کا ارادہ تھا کہ وہ پروٹون کو روشنی کی رفتار یعنی 300 کلو میٹر / سیکنڈ تک تیز کریں گے۔ تجربہ کرنے سے پہلے، انہوں نے اس تشویش کا اظہار کیا کہ اگر کچھ غلط ہو گیا تو، یہ سلسلہ رد عمل کو متحرک کر سکتا ہے جس سے دنیا/ کائنات تباہ ہو سکتی ہے۔ پھر بھی انھوں نے اسے سرانجام دیا۔ اسی طرح ایک دن انسان عالمگیر

توازن کے ساتھ اپنے گھمنڈ میں چھیڑ چھاڑ کرے گا۔ یہ ہے انسان کی حقیقت، وہ تباہی پسند ہے، اور اپنی ادنی تخلیق کو بھول جاتا ہے۔

اپنے دعوے کو مزید آگے بڑھانے کے لئے، مائیکروسافٹ کے بانی بل گیٹس نئے وائرسوں کے ذریعہ دنیا کے لئے خطرات پیدا کر رہا ہے۔ اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ اسے سورج کی روشنی پسند نہیں، اور وہ اسے روکنا چاہتا ہے۔ ہارورڈ یونیورسٹی کے اعلیٰ سائنس دانوں کی مدد سے بل گیٹس ایک ایسا طیارہ تیار کروا رہا ہے جو سورج کی روشنی کو جزوی طور پر روکنے کے لئے آسمان کی نچلی سٹراٹوسفیر پر کاربونیٹ کی دھول چھڑک سکے گا۔ اس سال اس ٹیکنالوجی کا ایک ٹیسٹ تجویز کیا گیا ہے۔ ڈیلی میل کی رپورٹ کے مطابق، اسٹراٹوسفیرک کنڑولڈ پرٹبریسی تجربہ (ایس سی او پی ای ایکس) کے ساتھ، کاربونیٹ خاک کا ایک بیگ 12 میل اوپر خلاء میں پھیلایا جائے گا۔ اگر یہ تجربہ کامیاب رہا تو محققین خاص طیاروں کی مدد سے کاربونیٹ خاک کو پورے افق پر پھیلا دیں گے۔ انہوں نے حساب لگایا ہے کہ خصوصی طیارے جو 12 میل سے زیادہ اونچی اڑان لے سکتے ہیں وہ 60،000 سے زیادہ مشن میں کام مکمل کریں گے، اور اسے مکمل کرنے میں 15 سال لگیں گے۔ بل گیٹس (مغرور انسان) سورج کی روشنی کو کنڑول کرنا چاہتا ہے۔ وہ انسانی نسل کو قدرتی وٹامن ڈی 3، اور پودوں کو فوٹوسنتھیسس سے محروم کرنا چاہتا ہے، تاکہ وہ فوڈ چین کو کنڑول کر کے دنیا کی آبادی کو کم کر سکے۔ یہ منصوبہ سورج کی روشنی کی وجہ سے یہ آسان نہیں ہے، چونکہ روشنی وائرس کو مار دیتی ہے، اور فوٹوسنتھیسس کی وجہ سے فصل کی نمو کو روکنا مشکل ہے۔ سائنس دان منی آئس ایج دور کی پیش گوئی کر رہے ہیں (ڈیزائن کے مطابق)۔ اگر بل گیٹس سورج کی کرنوں کو جزوی طور پر شمال میں ٹروپیک آف کینسر کے اوپر اور جنوبی میں ٹروپیک آف کیپریکون سے نیچے زمین پر پہنچنے سے روکنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو، میری رائے میں اس کے نتیجہ منی آئس ایج ہو گی جو ان علاقوں کی آبادی کو تباہ کر دے گی۔

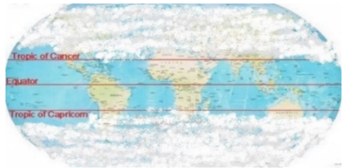

دوسری طرف، ایلون مسک (ٹیسلا ڈرائی بیٹریوں کا مالک) جو مریخ پر انسانی کالونی قائم کرنے اور خلاء میں سیٹلائٹ کا جال بچھانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس نے پہلے ہی 30،000 مزید سیٹلائٹ کو مدار میں چھوڑنے کی اجازت طلب کی ہے۔ وہ بھاری راکٹ بنا رہا ہے جس کی مدد سے وہ ایک وقت میں 400 سیٹلائٹ کو

مدار میں رکھ سکے گا۔ جلد ہی، ہزاروں سیٹلائٹ کے ذریعہ زمین کو ڈھانپ دیا جائے گا۔ وہ لگ بھگ 9،000 ستاروں سے (جن کو آنکھ دیکھ سکتی ہے) کی تعداد سے کہیں زیادہ ہو جائیں گی۔ یہ خطرہ دور کی بات نہیں، یہ ہو رہا ہے۔ اسپیس ایکس نے پہلے ہی آسمان میں ان 240 چھوٹے سیٹلائٹس کو اجتماعی طور پر اسٹار لنک سے جوڑ دیا ہے۔ اسپیس ایکس کا ہدف اسٹار لنک کے ذریعہ مصنوعی سیاروں کا ایک برج بنانا ہے، تاکہ انسانی نقل و حرکت پر نظر رکھی جاسکے۔ مغرور انسان اسے تو قبول کرتا ہے، لیکن ربّ کی بے حد پیچیدہ نگرانی کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ سبحان اللہ! مغرور انسان کا ماننا ہے کہ ایک سلطنت میں دو بادشاہ نہیں ہو سکتے ہیں، لیکن انسان پھر بھی ان انسانوں کو جن کا وہ گرویدہ ہے، انہیں کائنات کے ربّ کا شراکت دار بنالیتا ہے۔ مغرور انسان خوشی سے کسی انسانی بادشاہ کے تابع ہو جاتا ہے جسے اس نے کبھی دیکھا نہیں، ملا نہیں اور جس کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتا، پر وہ خالق کائنات کے سامنے جھکنے کو تیار نہیں جس نے اس بھاری بھرکم کائنات اور اس میں جو کچھ بھی ہے کو پیدا کیا، اور جس نے اپنے وجود کے آثار چھوڑے۔ انسان کا سب سے بڑا دشمن اس کا غرور ہے، جس سے بھائی بندوں کے ساتھ بدسلوکی کرنا اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں: لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں **تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو**۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے (الحجرات: 13)۔ نسب کے بارے میں شیخی مارنا، دوسروں کو حقیر سمجھنا آسان بناتا ہے (کون سا نسب؟ تمام انسان آدمؑ کی اولاد ہیں)۔ اپنے قاری سے میرے سوالات: جو شخص دوسروں کو حقیر سمجھے، کیا اسے جنت میں داخل ہونے دیا جائے؟ کیا کسی مغرور شخص کو جنت میں جانے کی اجازت دی جانی چاہئے؟ کیا کسی حاسد شخص کو جو اپنی حیثیت سے کبھی مطمئن نہیں ہوتا اسے جنت میں جانے کی اجازت دی جانی چاہئے؟ جواب ہوگا نہیں۔ وہ جنت کی ہم آہنگی کو اسی طرح تباہ کردیں گے جس طرح انہوں نے دنیا کی ہم آہنگی کو ختم کر دیا ہے۔ اللہ کی چھانی ان کو جہنم کے لیے چھان رہی ہے۔

دنیا کا امتحان غیب (پروردگار) پر ایمان لانا اور اس سے ڈرنا ہے۔ بدقسمتی سے، ہم میں سے بیشتر رحیم ربّ سے غافل ہیں۔ دوسری طرف، اگر ہمیں صدر کو اس کے محل میں ملنے کی دعوت مل جائے تو ہم نئے کپڑے خریدیں گے، اچھی خوشبو استعمال کریں گے اور وقت سے پہلے ہی محل پہنچ جائیں گے۔ یہاں تک

کہ اگر ہمیں نئے کپڑوں کے ساتھ بارش میں کھڑا ہونا پڑے تو بھی ہم انتظار کریں گے۔ صد افسوس، بلانے والا دن میں پانچ بار بلا کر کہتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں (انسانوں) کو اپنے دنیاوی محل (مسجد) میں بلا رہا ہے۔ پکارنے والا پکارتا، جلدی کرو نماز (ملاقات) کے لئے، جلدی کرو نجات کے لئے (انعام کے لیے)۔ قریب قریب سب ہی اسے نظر انداز کرتے ہیں، اور جو جاتے ہیں، وہ اپنے لباس کی کم ہی فکر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: اے بنی آدم! **ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو** اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا (مجھے یہ آیت سب سے سخت لگتی ہے) (الاعراف:31)۔

انسانی خداؤں کی حقیقت: اللہ سبحانہ و تعالیٰ عقل والے لوگوں کو بتاتا ہے اور پوچھتا ہے: انسان کو اس نے ٹھیکری جیسے سُوکھے سڑے گارے سے بنایا۔ اور جِنّ کو آگ کی لپٹ سے پیدا کیا۔ پس اے جِنّ و انس! تم اپنے ربّ کی کن کن عجائبِ قدرت کو جُھٹلاؤ گے (الرحمٰن:16-14)؟ ہم سب جانتے ہیں کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ ننگا ہوتا ہے، جسمانی طور پر لاچار اور کنگال ہوتا ہے۔ ہم سب پہلے نوزائیدہ تھے، اور ہماری بقا کا مکمل انحصار اپنے والدین پر تھا۔ جب ہم اپنی نیپی کو گیلا کرتے تھے تو، ہمیں صفائی کے لیے کسی (ماں) کی ضرورت ہوتی تھی، جب ہمیں بھوک لگتی، تو کھانا کھلانے کے لئے ہمیں کسی کی ضرورت ہوتی، ہمیں ضرورت تھی کہ کوئی ہمیں موسم کے مطابق کپڑے پہنائے، ہمیں محفوظ اور صحت مند ماحول فراہم کرے، اور ہمیں تمام خطرات اور بیماریوں سے بچائے۔ اسی لئے قرآن اللہ کی توحید کے بعد والدین کا تذکرہ کرتا ہے۔ جوں جوں انسان بڑا ہوتا، وہ اپنے آپ کو کچھ خاص سمجھنا شروع کر دیتا ہے، اور بھول جاتا ہے کہ اس کی پیدائش کیسے ہوئی تھی۔ پھر جب اس پر جوانی آتی ہے، تو وہ اپنے آپ کو ہر پابندی سے آزاد سمجھتا ہے اور زیادہ تر مغرور بن جاتا ہے۔ اس طرح وقت گزرتا جاتا ہے یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آتا ہے جب وہ صبح اٹھتا ہے تو اس کی تمام ہڈیاں دکھ رہی ہوتی ہیں، وہ بوڑھا ہو چکا ہوتا ہے۔ وہ جھکی کمر اور لاٹھی کے ساتھ چلنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ جب وہ مزید عمر رسیدہ ہوتا ہے، تو وہ بیمار پڑ جاتا ہے، اور پھر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب وہ کسی کی مدد کے بغیر (دوبارہ) ہل نہیں سکتا، یعنی وہ مرنے تک دوسروں کا محتاج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبیؐ بڑھاپے کی محتاجی سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے۔ پھر وہ وقت آتا ہے جب اسے پتہ چلتا ہے کہ موت کا فرشتہ (ملک الموت) اس کی جان نکالنے آیا ہے۔ آس پاس کوئی بھی اسے نہیں دیکھ سکتا ہے، لیکن مرنے والا شخص اسے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ تب انسان کو فانی دنیا کی حقیقت کا ادراک ہوتا ہے (اس وقت بہت دیر

ہو چکی ہوتی ہے)۔ شاید زندہ لوگوں کو اندازہ نہ ہو، لیکن حقیقت یہ ہے کہ سکرات الموت (موت کی سختی) آسان نہیں ہے۔ آخر، جب انسان مر جاتا ہے، تو اسے نہلا یا جاتا ہے کیونکہ وہ اب خود نہا نہیں سکتا۔ اسے کفن پہنایا جاتا ہے کیونکہ اب وہ خود اسے پہن نہیں سکتا۔ اسے قبرستان لے جایا جاتا ہے، کیونکہ وہ اب خود چل نہیں سکتا۔ اس کے عزیز اس کی نمازِ جنازہ پڑھ کر اسے قبر میں دفنا دیتے ہیں۔ وہ اس کی میت کو نہیں رکھ سکتے، کیوں کہ لاش سڑ جائے گی اور زندہ لوگوں کے لئے نقصان دہ ہوگی، اور نہ ہی کوئی اس کے ساتھ جانا چاہے گا، اور نہ ہی اس کی لاش کو باہر کھلا چھوڑا جا سکتا ہے، کیونکہ جانور اسے کھا لیں گے، یا لاش سڑ کر ناقابل برداشت بدبو پیدا کرے گی۔ افسوس، مغرور انسان اب کچھ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا، مغرور انسان کو قبر کی اندھیری کوٹھری میں تنہا دفن کر دیا جاتا ہے۔ **اگرچہ انسان اس فانی زندگی کی اس حقیقت کو جانتا ہے کہ وہ ایک دن نہیں ہوگا، پھر بھی وہ اسے نظر انداز کرتا ہے اور سبق نہیں لیتا۔** فانی زندگی کے اختتام کا پہلا مرحلہ جس کا اسے سامنا کرنا پڑے گا وہ ہے سکرات الموت۔

سکرات الموت: موت کی سختی (سکرات الموت) بستر مرگ پر پڑے شخص کی مرنے کے قریب لاشعوری حالت کو کہتے ہیں۔ مومنوں کی ماں عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو موت کی سختی میں دیکھا، آپؐ کے پاس ایک پیالہ پانی تھا۔ آپؐ پیالا میں اپنا ہاتھ ڈالتے، پھر اپنے چہرہ پر پھیرتے اور کہتے: "اے اللہ، موت کی سختی اور موت کی اذیت سے میری مدد فرما" پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور کہا "رفیق الاعلیٰ کے پاس" (سب سے اعلی ساتھی)، یہاں تک کہ آپؐ کی روح پرواز کر گئی اور ہاتھ نیچے گر گئے۔ (بخاری، رقاق، 42، ترمذی 978)۔ اللہ ہم پر آسانی فرمائے۔ سکرات الموت کی سختی کو بیان کرنے کے لئے، میں نے اپنی کتاب "نماز" کے باب "میرا خواب" سے کچھ حصہ نقل کیا ہے۔ میری رائے میں یہ کافی جامع ہے۔ وہ اس طرح ہے: جو کہانی میں نے واٹس ایپ پر دیکھی اس نے مجھے بہت خوف زدہ کر دیا، اس وقت مجھے احساس ہوا کہ جلد یا بدیر یہ ناگزیر ہے کہ میں مر جاؤں گا، اور یہ کہ مجھے محشر کے دن زندہ کیا جائے گا تاکہ میرے اعمال کا فیصلہ کیا جائے (اے اللہ مجھے معاف فرما)۔ اللہ تعالیٰ متنبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ہم یقیناً ایک روز مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں۔ جو کچھ افعال انہوں نے کیے ہیں وہ سب ہم لکھتے جا رہے ہیں۔ اور جو کچھ آثار انہوں نے پیچھے چھوڑے ہیں (اُن اعمال کے نتائج، یعنی اگر کوئی نیک عمل کیا ہے جو مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے، تو اسے بونس پوائنٹس ملتے رہتے ہیں، اور بُرے عمل کے تسلسل پر منفی پوائنٹس ملتے رہتے ہیں)، وہ بھی ہم ثبت کر رہے ہیں، ہر چیز کو ہم نے ایک کھلی کتاب میں

درج کر رکھا ہے(یاسین:12)۔ کہانی کے سبق پر غور کرتے ہوئے، میں سو گیا۔ میں نے خواب دیکھا کہ میں اپنے بستر مرگ پڑا ہوں، اور یہ کہ میں مر رہا ہوں۔ میں اپنے پیروں کو حرکت نہیں دے سکتا تھا، میرے ٹخنے ایک دوسرے کے ساتھ جڑ گئے تھے (روح میرے پاؤں سے نکل چکی تھی)، پھر میں نے محسوس کیا کہ میرے بازو حرکت نہیں کر رہے ہیں، پھر میرے پھیپھڑوں نے سانس لینا بند کر دیا، مجھے سانس نہیں آ رہا تھا، آہستہ آہستہ روح میرے جسم سے خارج ہو رہی تھی یہاں تک کہ یہ میرے حلق تک پہنچ گئی، سخت تکلیف کی وجہ سے میں نے چیخنے کی کوشش کی، لیکن میں کوئی آواز نکال نہ سکا، میں نے اپنے پیاروں کو بتانے کی کوشش کی، لیکن انھیں کچھ بتا نہ سکا، میرا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا، میں اسے بند نہ کر سکا۔ تب مجھے یاد آیا کہ قرآن نے بتایا تھا: ہر گز نہیں! جب جان حلق تک پہنچ جائے گی، اور کہا جائے گا: ہے کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا، اور آدمی سمجھ لے گا کہ یہ دنیا سے جدائی کا وقت ہے، اور پنڈلی سے پنڈلی جُڑ جائے گی، وہ دن ہو گا تیرے ربّ کی طرف روانگی کا(القیامہ:30-26)۔ مجھے یہ بھی یاد آیا، رسول اللہؐ نے کہا تھا کہ اگر کوئی شخص مرنے سے ایک سال قبل توبہ کر لے تو اللہ توبہ قبول فرمائے گا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص مرنے سے ایک دن پہلے توبہ کر لے تو اللہ اسے قبول کرے گا۔ نبیؐ نے پھر فرمایا کہ اگر کوئی روح یہاں تک پہنچنے سے پہلے توبہ کر لے (حلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) تو اللہ اسے قبول کر لے گا۔ اس کے باوجود، میں فکر مند نہیں تھا، میں نے ایک عالم کو یہ کہتے سنا تھا کہ جہنم کی آگ مسلمانوں کو چھوئے گی نہیں۔ اچانک، مجھے یاد آیا کہ قرآن نے کیا کہا: اُن کا یہ طرزِ عمل اس وجہ سے ہے کہ وہ کہتے ہیں: "آتشِ دوزخ تو ہمیں مس تک نہ کرے گی اور اگر دوزخ کی سزا ہم کو ملے گی بھی تو بس چند روزہ"۔ ان کے خود ساختہ عقیدوں نے ان کو اپنے دین کے معاملے میں بڑی غلط فہمیوں میں ڈال رکھا ہے۔ مگر کیا بنے گی اُن پر جب ہم اُنہیں اس روز جمع کریں گے جس کا آنا یقینی ہے؟ **اس روز ہر شخص کو اُس کی کمائی کا بدلہ پورا پورا دے دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہ ہو گا**(آل عمران:25-24)۔ اور مزید سورت البقرہ میں ارشاد ہے:... آخر تمہیں دوزخ کی آگ کیوں نہ چھوئے گی؟ جو بھی بدی کمائے گا اور اپنی خطا کاری کے چکر میں پڑا رہے گا، وہ دوزخی ہے اور دوزخ ہی میں وہ ہمیشہ رہے گا(البقرہ::81-80)۔ ہائے ربّا، اس وقت مجھے احساس ہوا کہ توبہ کے لیے بہت دیر ہو چکی ہے، اور خوف نے مجھے جکڑ لیا۔ ہائے افسوس، میں اس دن سے بے خبر تھا، جب میں موت کا مزہ چکھوں گا(اے اللہ، مجھے معاف کر دے!!)۔ میں اب فرشتوں اور اپنے مردہ رشتہ داروں اور دوستوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس وقت مجھے ایک حدیث یاد آئی جس میں نبیؐ نے ہمیں بتایا تھا کہ بستر مرگ پر شیاطین جن

ہمارے مرنے والے پیاروں کی شکل میں ہمارے پاس آئیں گے اور ہمیں کہیں گے کہ تم اسلام پر نہ مرنا۔ میں نے کلمہ طیبہ پڑھنا شروع کر دیا، اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ میں نے اپنی روح کو اپنے جسم سے سر کے راستہ باہر نکلتے ہوئے دیکھا، **آہ، میں فانی دنیا سے کوچ کر چکا تھا۔**

موت کا فرشتہ کافر کے بسترِ مرگ کے پاس آتا ہے اور اس کی روح کو کہتا ہے کہ اللہ کے قہر کا سامنا کرنے کے لئے جسم سے باہر نکلو۔ گھبرا کر، روح شدت سے اپنے آپ کو جسم میں چھپانے کی کوشش کرتی ہے۔ اس کے بعد، موت کا فرشتہ روح کو پیٹنا شروع کر دیتا ہے اور روح کو ایک تکلیف دہ انداز میں جسم سے نکال دیتا ہے۔ گناہ گار کی روح کو نکالنے کے تکلیف دہ عمل کا موازنہ نمدار اون کی بیل کو نوک دار لوہے پر گھسیٹنے سے کیا جا سکتا ہے۔ تب گناہ گار کی روح کو کسی گندے بدبودار کپڑے میں لپیٹ دیا جاتا ہے۔ فرشتے شیطانی روح کو آسمانوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ راستے میں، دوسرے فرشتے اس شریر روح کے بارے میں پوچھ گچھ کرتے ہیں، انہیں بتایا جاتا ہے کہ یہ فلاں گناہگار/کافر کی روح ہے۔ پھر فرشتے ساتویں آسمان پر پہنچ جاتے ہیں، لیکن اس بدروح کے لیے دروازے نہیں کھولے جاتے۔ اس کے نتیجے میں، پھر روح کو زمین کی گہرائیوں میں پھینک دیا جاتا ہے، جہاں اسے قیامت کے دن تک سزا دی جاتی ہے۔ دوسری طرف، جب ایک مومن فوت ہوتا ہے، تو آسمان سے روشن چہرے والے فرشتے معطر کفن کے ساتھ اترتے ہیں۔ پھر موت کا فرشتہ آتا ہے، اور روح کو اللہ کی رضا اور رحمت میں باہر آنے کو کہتے ہیں۔ اس کی روح اتنی آسانی سے نکل آتی ہے جیسے گھڑے سے پانی نکلتا ہے۔ پھر روح کو خوشبودار کفن میں لپیٹا جاتا ہے اور ساتویں آسمان تک لے جایا جاتا ہے، جہاں اللہ اعلان کرتا ہے: اس کا نام "علیین" میں لکھیں اور اسے دوبارہ زمین پر لے جائیں۔ میں نے اسے زمین سے پیدا کیا، اور میں اسے اسی زمین سے دوبارہ اٹھاؤں گا۔ اسے انعام کرام سے نوازا جاتا ہے۔

یہ ہے فانی زندگی کی حقیقت جسے ہم قیمتی سمجھتے ہیں، اور اپنی تخلیق کا مقصد بھول جاتے ہیں۔ ہم نے کبھی اپنے آپ سے یہ پوچھنے کی زحمت نہیں کی کہ مرنے والے سب کے سب اب کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟ حضرت موسیٰؑ کی روح کشی کے بعد، اللہ نے آپؑ سے پوچھا کہ آپ کو موت کیسے لگی؟ انہوں نے کہا: "مجھے ایسا لگا جیسے کسی چڑیا کو تلا جا رہا ہو، نہ ہی وہ مرتی ہے کہ آرام آ جائے، اور نہ ہی وہ فرار ہو سکتی ہے تاکہ وہ اڑ جائے۔ اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ اللہ کے پیارے بندوں پر بھی موت سخت ہو سکتی ہے۔ ایک اور روایت میں، موسیٰؑ نے کہا: "یہ ایسے تھی جیسے قصاب زندہ کی کھال اتار رہا ہو" (حسن عدوی، 1316، صفحہ 15)۔

اگرچہ نبیؐ نے فرمایا تھا کہ جن لوگوں کے بہت کم گناہ ہیں ان کی موت آسان ہوگی اور یہ کہ سچے مومن کو خوف اور تکلیف نہیں ہوگی جس نے موت کے وقت "کلمہ توحید" پڑھا ہوگا(منذری، الترغیب والترہیب 416/2-417)۔ پھر ان لوگوں کو موت کے وقت سخت اذیت کا کیوں سامنا کرنا پڑا، جن کے بارے میں قرآن نے بتایا کہ موت کے بعد ان کی زندگی اعلیٰ سطح پر عیش کی زندگی ہوگی؟ سکرات الموت کی شدید سختی کی وجہ چار وجوہات میں سے ایک ہو سکتی ہے:

1. جب اللہ ایک سچے مومن کے درجات کو بلند کرنا چاہتا ہے، تو اسے موت کی اذیت برداشت کرنا پڑتی ہے۔ عائشہؓ بیان کرتی ہیں: "رسول اللہؐ کو موت کی سختی میں دیکھ کر، میں کسی کی آسان موت پر رشک نہیں کروں گی" (ترمذی 8)۔ ایک اور روایت میں، عائشہؓ نے کہا: "رسول اللہؐ کا سر میرے سینے پر تھا جب آپؐ نے رحلت فرمائی۔ اللہ کے رسولؐ کے ساتھ موت کی سختی کو دیکھ کر، میں موت کی شدت کو کسی کے لئے برا نہیں سمجھوں گی (نسائی 6)۔

2. اللہ ان لوگوں کے لیے موت کی اذیت کو سخت کرتا ہے جن کے گناہوں کو وہ معاف کرنا چاہتا ہے یا ان کے درجات بلند کرنا چاہتا ہے۔ نبیؐ نے فرمایا کہ کسی بھی مومن کو تکلیف نہیں پہنچتی سوائے اس کے کہ اس کو اس کا بدلہ دیا جاتا ہے یا اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں (سوائے حقوق العباد کے)۔ عمرؓ نے کہا: "اگر کسی مومن کے گناہوں میں سے کوئی توبہ کے بعد بھی باقی رہ جائے تو، اللہ اس کے لئے موت کی اذیت کو سخت کر دیتے ہیں، اور آخر کار وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اسی وجہ سے عمر بن عبدالعزیز کہا کرتے تھے: "میں نہیں چاہتا کہ موت کی اذیت میرے لئے کم ہو، میں اس کی خواہش نہیں کرتا، کیونکہ یہ آخری تاوان ہے جو کسی مومن کے گناہوں کا خاتمہ کرتا ہے اور اس کے درجات کو بڑھاتا ہے" (ابن حجر، فتح الباری، 365/11)۔

3. کچھ لوگوں کے لئے موت کی اذیت شدید ہوتی ہے، کیونکہ انہیں ایک بار پھر آزمائش میں ڈال دیا جاتا ہے تاکہ وہ دنیاوی امتحان میں کامیاب ہو سکیں۔

4. کچھ لوگوں کے لئے موت کی اذیت سخت اس لئے ہے کہ یہ ان کی سزا کا آغاز ہے۔ کیونکہ انہوں نے کفر اور ظلم کیا، لوگوں کے ساتھ ناانصافی کی اور ہمیشہ برے کاموں میں ملوث رہے۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے فرعون کے خدائی کے دعویٰ کو تسلیم کرنے کی وجہ سے آل فرعون کو پہلے ہی جہنم کے عذاب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موت (جب روح جسم سے خارج ہوتی ہے)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں متنبہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: آخر کار ہر شخص کو مرنا ہے اور تم سب اپنے اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو۔ کامیاب دراصل وہ ہے جو وہاں آتشِ دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے۔ **رہی یہ دنیا، تو یہ محض ایک ظاہر فریب چیز ہے**(آل عمران:185)۔ **یہ زندگی کی وہ حقیقت ہے جسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔** موت بادشاہوں، متکبروں، مساکین اور عاجزوں میں فرق نہیں کرتی۔ اسی لئے مسلمانوں کو کہا گیا ہے کہ وہ صبر کریں (جب ان کا پیارا بستر مرگ پر ہو) اور وہی پڑھیں جو رسول اللہؐ نے اپنی بیٹی سے کہا تھا۔ ایک دفعہ رسول اللہؐ کی بیٹی نے آپؐ کو اپنے گھر آنے کا پیغام بھیجا کیونکہ ان کا بیٹا سکرات الموت میں تھا۔ آپؐ نے سلام بھیجا اور کہا: "یہ اسی کا ہے جو اس نے لیا ہے، اور اسی کا ہے جو اس نے دیا ہے، اور اس کے قبضہ قدرت میں ہر چیز کا ایک مقرر وقت ہے، لہذا وہ صبر کرے اور اللہ کی مرضی اور اجر پر راضی ہو جائے"(بخاری)۔

موت دنیاوی زندگی کے خاتمے اور اگلی زندگی کے آغاز کی طرف پہلا قدم ہے (جس کا اکثر لوگ انکار کرتے ہیں)۔ یہ جسم سے روح کا جدا ہونا اور قیامت تک ایک اور جہت برزخ (رکاوٹ) میں منتقلی ہے۔ زندگی بعد الموت پر یقین کرنا اسلام کے بنیادی چھ عقائد میں سے ایک ہے۔ محشر کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے کے بعد یوم الجزا، ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ جنت میں جا رہا ہے یا جہنم میں۔ چونکہ یہ انجام نہیں بلکہ حقیقی زندگی کا آغاز ہے (اللہ کا وہ وعدہ جس کو انسان نظر انداز کرتا ہے)۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں میت اور سوگوار خاندان کے لئے بہت ساری رسومات اور دعائیں ہیں (کیونکہ ہر شخص کو موت کی حقیقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے)۔ نبیؐ ابو سلمہ کی وفات پر ان کے گھر گئے، آپؐ نے ان کی آنکھیں کھلی پائیں، تو رسول اللہؐ نے ان کو بند کیا اور فرمایا: "جب روح کا اخراج ہوتا ہے تو، نظر اس کے پیچھے جاتی ہے"(مسلم)۔

لہٰذا، میت کے جو قریب ہیں وہ درج ذیل دعا پڑھتے ہوئے میت کی پلکیں بند کر دیں،

اللهُمّ اغْفِرْلِ فلان باسمه (نام) وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِى المَهْدِيين، وَاخْلُفْهُ فى عقبِهِ فى الغابرين، وَاغْفِرْ لَنا وَلَهُ يا رَبَّ العالَمين، وَافْسَحْ لَهُ فى قَبْرِهِ وَنَوِّرْ لَهُ فيه۔ اے اللہ (اس شخص کا نام) بخش دے اور اس کے مقام کو ہدایت یافتہ لوگوں کے مقام تک بلند فرما۔ اس کو پہلے آنے والوں کے راستے پر بھیج دو اور ہمیں اور اس کو معاف فرما، اے ربّ العالمین اس کی قبر کو کشادہ اور روشن کر دے۔ مسلم634/2۔

جسم کو چادر سے ڈھانپ دینا چاہیے۔ آپؐ کی وفات پر آپ کو دھاری دار چادر میں لپیٹا گیا تھا (بخاری اور مسلم) علمائے کرام کے نزدیک، میت کو چومنا اور اس کے لئے آنسو بہانا جائز ہے۔ جب عثمان بن مظعون کا انتقال ہوا، تو رسول اللہؐ نے اس کی پیشانی کو چوما اور روتے رہے یہاں تک کہ آنسوؤں سے آپؐ کے رخسار بھیگ گئے (ترمذی اور ابن ماجہ)۔ ابو بکرؓ نے نبیؐ کے چہرہ مبارک پر آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا: "اے نبیؐ"، "اے پیارے دوست"۔ چونکہ مرنے والے پر قرض ایک بوجھ ہے، لہذا میت کے لواحقین اور دوستوں کو چاہئے کہ وہ مرحوم کی دولت سے قرض ادا کریں، اور اگر کوئی دولت باقی نہیں ہے تو اسے چندہ کے ذریعہ ادا کرنا چاہئے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: "مومن کی روح اس کے قرض سے منسلک رہتی ہے یہاں تک کہ قرض کی ادائیگی ہو جائے" (احمد، ابن ماجہ)۔ مطلب یہ ہے کہ قریبی رشتہ دار، دوست اور پڑوسی جن کو اس سے پیار تھا، وہ اس کا قرض ادا کرنے کی کوشش کریں، یہ میت پر بوجھ ہے۔ آہ! متکبر آدمی اپنے لئے کچھ نہیں کر سکتا، اب اسے اپنا قرض ادا کرنے کے لئے دوسروں پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ یہ ہے زندگی کی حقیقت، ہم ساری آسائشوں اور قرض کے لئے جوابدہ ہیں۔ قرض کسی کا حق ہے، اسے معاف نہیں کیا جاسکتا، اسے ادا کرنا پڑتا ہے یا قرض دہندہ اسے معاف کردے۔ یہ زندگی کی ایک ایسی حقیقت جسے انسان عام طور پر بھول جاتا ہے۔

اسلام میں، موت ابدی زندگی کے آغاز کی طرف ایک قدم ہے، موت اللہ کی طرف سے پہلے سے متعین ہے، اور موت کے وقت کا صحیح علم صرف اللہ کے پاس ہے۔ اگر ہم اس نکتے پر غور کریں تو ہم موت کے وقت کو چھپانے پر اللہ کی تعریف کریں گے۔ میں اسے مثال کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کروں گا۔ اللہ الرحمٰن، الرحیم نے کہا ہے کہ اگر کوئی سچی توبہ کرے تو وہ ہمیشہ معاف کرتا ہے۔ اب فرض کریں کہ مجھے یقین ہے کہ میں اسّی سال تک زندہ رہوں گا، **پھر میں اپنی مرضی کے مطابق کام کروں گا** (جو اچھے نہیں ہوں گے)، اور موت سے ایک گھنٹہ پہلے الرحمٰن سے معافی مانگ لیتا ہوں، وہ مجھے معاف کردے گا۔ انسانیت کا وجود ختم ہو جائے گا، ہر طرف افراتفری، استیصال، غلامی اور افراد کے حقوق پامال کیے جائیں گے۔ چونکہ موت کا وقت معلوم نہیں، اسی لیے ایک مومن کی آرزو ہوتی ہے کہ اس دنیا میں اس کے آخری الفاظ توبہ اور کلمہ طیبہ کے ہوں (جو ہیں "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں")۔ رسول اللہؐ نے فرمایا، میںؐ دن میں سو بار سے زیادہ توبہ کرتا ہوں۔ **اسلام میں جنت وراثت نہیں، اس کو حاصل کرنے کے لیے ایک سچے خدا پر ایمان لانا، اچھے کام کرنے کی جستجو،**

اور صبر کے ساتھ بد سلوکی کو برداشت کرنا ہے۔ اسی لیے، بسترِ مرگ پر موجود شخص کے قریبی عزیزاسے توبہ کرنے اور کلمہ طیبہ پڑھنے کی تلقین اور ترغیب دیتے ہیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ مرنے والے سے کہا جائے کہ وہ مرنے سے پہلے، لا الہ الا اللہ پڑھے آخر کار جنت میں داخل ہو گا۔(مسلم، ابوداؤد، الترمذی، ابن ماجہ)
اللہ کے عظیم منصوبے کے تحت، موت انسان کو مادی دنیا سے برزخ کی دنیا میں منتقل کرتی ہے۔ یہ دنیا کے تمام توحید پرست ابراہیمی مذاہب کا بنیادی تصور ہے۔ اسلامی روایات تفصیل سے اس بات پر بحث کرتی ہیں کہ موت سے پہلے، موت کے دوران اور بعد میں کیا ہو گا۔ تاہم جو ہو گا وہ واضح نہیں ہے، کیونکہ مختلف مکاتب فکر مختلف نتائج پر پہنچے ہیں۔ ان میں ایک عمومی خیال یہ ہے کہ، موت کا فرشتہ عزارئیل مرنے والے کی جان نکالنے کے لئے آتا ہے۔ ایک اور تسلیم شدہ نظریہ یہ بھی ہے کہ تدفین کے بعد دو فرشتے منکر اور نکیر مردوں سے ان کے عقیدے کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ مومن صحیح جواب دے کر سکون اور راحت سے رہیں گے، جب کہ گنہگار اور کافر ناکام ہو کر سزا پائیں گے۔ لہٰذا، **ایمان اور نیک عمل جنت کا دروازہ ہیں، جبکہ کفر، شرک، منافقت اور برے کام جہنم کا گھڑا ہیں۔** موت اور قیامت کے مابین زندگی کو برزخ کی زندگی کہا جاتا ہے۔ ایک اور خیال یہ ہے کہ قبر کا عذاب مومنوں کے گناہوں کو کم کرتا ہے۔
قرآن میں متعدد مقامات پر موت کے مسئلے پر بحث کی گئی ہے، اور یہ کہ موت تمام جانداروں کے لئے ناگزیر ہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے چاہے لوگ موت سے بچنے کی جتنی کوشش کر لیں، **یہ سب تک پہنچ جائے گی۔** قرآن بتاتا ہے۔ پھر دیکھو، وہ موت کی جان کنی حق لے کر آ پہنچی، یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا(ق:19)۔ مزید یہ کہ، جو لوگ یومِ بعثت اور آخرت کی زندگی کا انکار کرتے ہیں، قرآن ان کو چیلنج کرتے ہوئے کہتا ہے کہ: توجب مرنے والے کی جان حلق تک پہنچ چکی ہوتی ہے اور تم آنکھوں دیکھ رہے ہوتے ہو کہ وہ مر رہا ہے(الواقعہ:84-83)۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مزید فرمایا: ہر گز نہیں! جب جان حلق تک پہنچ جائے گی، اور کہا جائے گا: ہے کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا(جو جھاڑ پھونک کے ذریعہ، اس روح کو واپس کر دے جو حلق تک پہنچ چکی ہے اور جسم سے نکلنے والی ہے)، اور آدمی (مرنے والا) سمجھ لے گا کہ یہ دنیا سے جدائی کا وقت ہے(القیامہ:28-26)۔ اب احساس ہونے سے مرنے والے کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔
اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں بتاتا ہے کہ: (یہ لوگ اپنی کرنی سے باز نہ آئیں گے) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آجائے گی تو کہنا شروع کرے گا کہ: ''اے میرے ربّ! مجھے اسی دنیا میں واپس بھیج دیجیے جسے میں چھوڑ آیا ہوں، امید ہے کہ اب میں نیک عمل کروں گا۔ ''ہر گز نہیں، یہ تو بس ایک بات

ہے جو وہ بک رہا ہے اب ان سب (مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ حائل ہے دوسری زندگی کے دن تک(المومنون:100-99)۔غالباًموت کے بارے میں قرآن کی سب سے زیادہ بیان کردہ آیت یہ ہے: "ہر شخص موت کامزہ چکھے گا،اور صرف قیامت کے دن ہی تمہیں پورا بدلہ دیا جائے گا"(آل عمران:185)۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ انسانیت پر زور دیتا ہے: لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو(آل عمران:102)۔ کیونکہ، اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے(آل عمران:19)۔ اللہ تعالیٰ متنبہ کرتے ہوئے کہتا ہے: یہ لوگ قیامت کو دور سمجھتے ہیں۔اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں(معارج:7-6)۔ زندہ صرف مرنے والے کا سوگ منا سکتے ہیں، وہ اسے زندہ نہیں کر سکتے۔ یہاں میں یہ کہنا چاہوں گا کہ موت انسانوں کے لئے باعثِ رحمت ہے۔ اگر موت نہ ہوتی تو فرعون جیسے ظالم دنیا پر حکمرانی کرتے اور ان کے ظلم سے چھٹکارانہ ملتا۔اور اگر ہم اسی طرح بوڑھے ہوتے جیسے اب ہوتے ہیں تو، زندگی عذاب، تکلیف دہ اور ناقابل برداشت ہوتی۔ شکریہ، اللہ!

مردوں کو تدفین کے لئے تیار کرنا معاشرے پر فرض کفایہ ہے۔ میت کو تدفین کے لئے تیار کرنا مندرجہ ذیل پر مشتمل ہے: میت کو غسل دینا، کفن سے جسم کو لپیٹنا، میت کے لئے دعا کرنا، اور اسے دفن کرنا۔ مرنے کے بعد لوگ اپنے پیاروں کا سوگ مناتے ہیں۔

سوگ: چونکہ ایک غم زدہ شخص اپنی صحت کو نقصان پہنچا سکتا ہے، اسی وجہ سے اس کے غم کو سکون بخشنے کے لئے، اسلام سوگ کی اخلاقیات کو واضح کرتا ہے۔ پہلا اخلاقی اصول: اسے ابوامامہؓ نے روایت کیا جس نے کہا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اے ابن آدم! اگر تو صدمے کے فوری بعد صبر کرے اور ثواب طلب کرے، تو میں جنت سے کم تیرے لئے کوئی اجر منظور نہیں کروں گا"۔ سبحان اللہ!

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنِ النَّبِيِّ۔صلی اللہ علیہ وسلم۔قَالَ "يَقُولُ اللهُ سُبْحَانَهُ ابْنَ آدَمَ إِنْ صَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الأُولَى لَمْ أَرْضَ لَكَ ثَوَابًا دُونَ الْجَنَّةِ"۔

دوسرا اخلاقی اصول: یہ تجویز کیا گیا ہے کہ مرنے والے کے لواحقین کو ایسے الفاظ سے تسلی دی جائے جو غمزدہ دل کو سکون بخشیں اور ان کی اداسی کو کم کریں۔ نبیؐ نے فرمایا: "بے شک، ہر مومن جو غم کے وقت اپنے بھائی کو تسلی دیتا ہے، اسے قیامت کے دن وقار والا لباس پہنایا جائے گا" (ابن ماجہ)۔ ام سلمہؓ نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سنا: "جس کو مصیبت کا سامنا کرنا پڑے اور پڑھے: "**انا للہ و انا الیہ راجعون**"، اور پھر کہے: "یا اللہ، میری مصیبت پر مجھے اجر عطا فرما، اور مجھے اس سے بہتر متبادل عطا فرما۔" تو اللہ اس کی

مصیبت پر اس کو اجر دے گا اور اسے بہتر متبادل عطا کرے گا۔ ام سلمہؓ نے کہا: "جب میرا شوہر، ابو سلمہؓ کا انتقال ہو گیا، میں نے وہی کہا جو اللہ کے رسولؐ نے مجھے حکم دیا، لہٰذا اللہ نے مجھے ایک نعم البدل، رسول اللہؐ کی صورت میں عطا کیا" (مسلم اور احمد)۔

تیسرا اخلاقی اصول: جب کسی سوگوار شخص / کنبے سے ملنے جاؤ تو، سوگوار افراد سے مندرجہ ذیل دعا کے ساتھ اظہار کیا کرو۔ اعظَمَ اللهُ اَجرَكَ، وَ اَحسَنَ عَزَاءَكَ، وَ غَفَرَ لِمَيِّتِكَ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اجر کو بڑھائے، اور آپ کے غم کو اچھا بنائے، اور آپ کے مرحوم کو معاف فرمائے۔ آمین! یا

إِنَّ لِلّٰهِ ما أَخَذَ، وَلَهُ ما أَعْطى، وَكُلُّ شَيءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى۔ أَعظَمَ اللهُ أَجرَكَ، وَ أَحسَنَ عَزَاءَكَ، و غَفَرَ لِمَيِّتِكَ۔ فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ۔ بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ اس نے لیا اور جو کچھ اس نے دیا ہے وہ بھی اسی کا ہے اور اس کے پاس ہر چیز کا ایک مقررہ وقت ہے۔ اللہ آپ کے اجر کو بڑھائے، اور آپ کے غم کو اچھا بنائے، اور آپ کے مرحوم کو معاف فرمائے۔ تو صبر کرو اور اجر و ثواب حاصل کرو۔ البخاری 2/80, 1/1284 مسلم۔ آمین!

چوتھا اخلاقی اصول: اسلام ان مسلمانوں کے لئے رسم و رواج اور طریقہ کار مہیا کرتا ہے، جو اپنے پیاروں کے انتقال پر صدمے سے گذر رہے ہیں۔ تین دن تک کسی عزیز کے انتقال پر سوگ اور آنسو بہانا جائز ہے، لیکن ان پر نوحہ کرنے اونچی آواز میں چیخنے یا رونے کی اجازت نہیں ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: "اللہ کسی شخص کو آنسوؤں یا دل کی اداسی کے نتیجے میں سزا نہیں دیتا ہے، بلکہ اللہ اس کے نتیجے میں اپنی رحمت عطا فرماتا ہے، اور سزا دیتا ہے "رسول اللہؐ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا (یعنی نوحہ کی وجہ سے)۔ حضرت محمدؐ نے اپنے بیٹے ابراہیمؑ کی وفات پر آنسو بہائے اور کہا: "آنکھ نے آنسو بہائے اور دل غمگین ہوا، اور ہم اس کے سوا کچھ نہیں کہتے جس سے ہمارا ربّ ناراض ہو، اور ہم تمہارے جانے پر غمگین ہیں "اے ابراہیم" (بخاری و مسلم)۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: "جس پر نوحہ کیا گیا وہ اس نوحہ کے نتیجے میں تکلیف اٹھائے گا" (بخاری اور مسلم)۔ آہ موت کے آگے مغرور شخص بے بس ہے۔

زندگی بعد الموت پر پختہ یقین اسلام کا ایک بنیادی اصول ہے، جو پرہیزگار لوگوں کے لئے راحت اور طاقت کا باعث ہے، اس امید پر کہ جنت میں دوبارہ ملیں گے۔ کسی عزیز کی موت پر مغموم ہونا یا آنسو بہانا ایک معمول کی بات ہے اور یہ اسلام میں قابل اعتراض نہیں، کیوں کہ اللہ نے ہمارے دلوں میں ایک

دوسرے کے لئے محبت ڈالی ہے۔اگرچہ غم اور آنسو متوقع ہیں، لیکن آہ وزاری کرنااور بین کرنا نامناسب سمجھا جاتاہے اور ایمان کی کمزوری کا ثبوت ہے۔

پانچواں اخلاقی اصول: اسلام توقع کرتاہے کہ مغموم شخص وقار کے ساتھ اپنے غم کا اظہار کرے گا۔اظہارِ غم میں اونچی آواز میں چیخنا، آہ وزاری کرنا، سینہ کوبی یار خساروں کو پیٹنا، بالوں کو نوچنا یا کپڑوں کو پھاڑنا، چیزوں کو توڑنا، چہرے کو نوچنا یانامناسب جملے کہنا سخت منع ہے۔

چھٹااخلاقی اصول: چونکہ زندگی نے جاری رہنا ہے، نبیؐ نے فرمایا کہ میت کے ورثاء اور لواحقین کو صرف تین دن کا سوگ منانے کی اجازت ہے، جبکہ غم بہت دیر تک قائم رہ سکتا ہے، کیونکہ یہ غم ایک شخص کا دوسرے شخص سے مختلف ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں متاثرہ خاندان کو اپنے جذبات پر قابو پانے اور معمول کی زندگی کو جاری رکھنے پر مجبور کرنے کے لئے نبیؐ جب جعفرؓ کی وفات پر ان کے اہل خانہ کے پاس تشریف لائے تو انہیں وفات پر سوگ کے لئے تین دن دیئے، پھر چوتھے دن آپؐ نے ان سے کہا، آج کے بعد میرے بھائی کے لئے کوئی نہ روئے (نسائی اور ابوداؤد)۔ زینب بنت ابی سلمہؓ سے مروی ہے کہ جب ابو سفیانؓ کی موت کی خبر شام سے ملی تو ام حبیبہؓ (ابو سفیانؓ کی بیٹی اور مومنین کی ماں) نے تیسرے دن صفرا (ایک خوشبو) طلب کی، اور اسے اپنے دونوں گالوں اور بازوؤں پر لگائی اور کہا، اگر میں نے رسول اللہؐ سے یہ نہ سنا ہوتا کہ کسی ایسی عورت کے لئے یہ جائز نہیں ہے جو اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتی ہو کہ وہ اپنے شوہر کے علاوہ کسی کے لئے بھی تین دن سے زیادہ کا سوگ کرے اور اپنے شوہر کے لئے چار مہینے اور دس دن کرے۔ میں نے اسے اسی لیے استعمال کیا، حالانکہ، دل میں اس وقت خوشبو استعمال کرنے کی خواہش نہیں تھی (صحیح بخاری 1280)۔

ساتواں اخلاقی اصول: سوگوار خاندان تعزیت کے لئے آئے لوگوں کا استقبال سادہ لباس میں کرے۔

آٹھواں اخلاقی اصول: حدیث کے مطابق، بیواؤں کے سوگ کی مدت (عدت) چار ماہ اور 10 دن ہے۔ اس دوران، بیوہ غیر محرم کے ساتھ دوبارہ نکاح یا بات چیت نہیں کر سکتی۔ عدت کا عمل دوبارہ شادی کرنے سے پہلے اس بات کی تصدیق کرنے کے لیے ہے کہ بیوہ حاملہ نہیں ہے۔ بیوہ کے لیے حکم ہے کہ وہ بلا ضرورت گھر سے نہ نکلے اور نہ ہی غیر محرم سے ملے۔ تاہم، ہنگامی صورت میں جیسے بیماری کی وجہ سے کسی ڈاکٹر کے پاس جانا پڑے، یا اپنی روزی کمانے کے لیے نکلنا پڑے وغیرہ کی صورت میں بیوہ غیر محرم کے ساتھ بات چیت کر سکتی ہے۔ اگر بیوہ حاملہ ہے تو، عدت زچگی کے فوراً بعد ختم ہو جاتی ہے۔

سوگ کے وقت پڑوسیوں، رشتہ داروں، دوستوں پر ذمہ داری: کسی پیارے کے جدا ہونے پر پڑوسی، رشتے دار اور دوست ایک ساتھ تین دن تک سوگ مناتے ہیں۔ اس دوران قریبی رشتہ داروں اور پڑوسیوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ مغموم خاندان کی دیکھ بھال کریں۔ زیادہ تر رشتہ دار، دوست احباب تین دن لواحقین کے گھر پر رہتے ہیں اور دور دراز سے تعزیت کے لیے آئے ہوئے عزیز و اقارب کا استقبال کرتے ہیں۔ یہ بھی توقع کی جاتی ہے، پڑوسی، رشتے دار اور دوست اس دوران یا کم از کم پہلے دن سوگوار خاندان کے لئے کھانا اور دیگر بنیادی ضروریات فراہم کریں گے۔ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: جعفر کے کنبے کے لئے کھانا تیار کرو، کیونکہ ایسا کچھ ہوا ہے جس نے ان کو مصروف رکھا ہوا ہے (ابوداؤد، ابن ماجہ)۔ ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا پڑے گا، یہ زندگی کی وہ حقیقت ہے جسے تکبر میں انسان بھول جاتا ہے۔

اسلام میں آخری رسومات: کسی کے فوت ہو جانے پر، میت کو چادر سے ڈھانپ دیا جاتا ہے۔ قریبی رشتہ دار، دوست اور ہمسائے، اس کے لواحقین اور دوستوں کو اس کے انتقال کے بارے میں مطلع کرتے ہیں۔ پھر کچھ قبرستان میں جگہ مختص کرانے اور قبر کھودوانے کے لئے گورکن / اتھارٹی سے ملنے جاتے ہیں۔ اس کے بعد میت کو نہلا کر کم از کم ایک صاف چادر (کفن) سے ڈھانپ دیا جاتا ہے (مغرور انسان کی حقیقت یہ ہے کہ اب وہ خود نہا نہیں سکتا ہے)۔ مرحوم کی نماز جنازہ کسی مسجد کے اندر / باہر یا قبرستان کے صحن میں ادا کی جاتی ہے۔ اسلامی آداب سوگواروں کو نماز جنازہ کی تصاویر لینے یا ریکارڈنگ کرنے سے منع کرتے ہیں۔ ایک ایسی حقیقت جس کا انسان اپنی دنیاوی زندگی میں ادراک نہیں کر سکتا وہ ہے بعد کی زندگی کی ہولناکی (جس کا انسانوں کی اکثریت کو سامنا کرنا پڑے گا)۔ اسلامی قانون جلد سے جلد میت کی تدفین کا مطالبہ کرتا ہے۔ تدفین کے لیے چند آسان رسومات ہیں، اس میں میت کو غسل دینا، میت کو کفن پہنانا، اس کے بعد نماز جنازہ پڑھنا اور میت کو دفن کرنا شامل ہیں۔ تدفین عام طور پر موت کے 24 گھنٹوں کے اندر ہونی چاہیے تاکہ زندہ افراد کو کسی بھی سینیٹری مسائل سے بچایا جا سکے، سوائے اس شخص کے جہاں قتل کا شبہ ہو۔ اس صورت میں، تدفین سے قبل موت کی وجہ کا تعین کرنا ضروری ہے۔ اسلام میں میت کو جلانے کی سختی سے ممانعت ہے۔ تدفین کی رسومات قرآن مجید میں نہیں بلکہ حدیث نبویؐ میں بیان کی گئی ہیں۔ جب کوئی مسلمان فوت ہو جاتا ہے، تو مسلمان جمع ہو کر میت کو غسل دیتے ہیں، سفید چادر (کفن)

میں لپیٹ دیتے ہیں اور نماز جنازہ پڑھتے ہیں (جو مرحوم کے لیے مغفرت کی دعا ہے)۔تدفین سے پہلے کچھ رسومات ہیں جو میت کو دفن کرنے سے پہلے ادا کی جاتی ہیں۔ وہ ہیں:

غسل دینا: مرد کی میت کو مرد غسل دیں، جبکہ زنانہ میت کو خواتین غسل دیں۔ شریک حیات کے لئے یہ

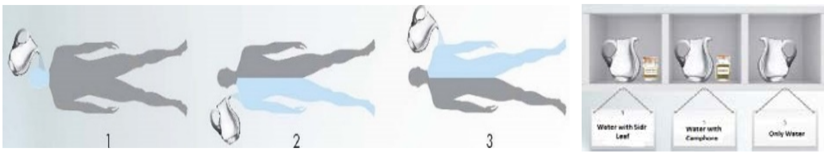

جائز ہے کہ وہ مرنے کے بعد ایک دوسرے کو غسل دیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ علیؓ نے اپنی بیوی فاطمہؓ کو غسل دیا تھا،اور نبیؐ نے اپنی اہلیہ عائشہؓ سے کہا تھا کہ ،"اگر تم مجھ سے پہلے فوت ہوئیں تو میں تمہیں غسل دوں گا اور کفن میں لپیٹ دوں گا (ابن ماجہ)۔میت کو نیم گرم پانی سے غسل دیا جاتا ہے، یہ افضل ہے کہ پانی میں بیری کے پتے اور کافور شامل ہو۔نہلاتے ہوئے جسم کو زمین سے اُونچے تختہ پر رکھا جائے، کپڑوں کو جسم سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے، جبکہ ناف اور گھٹنوں کے بیچ کے حصے کو ڈھانپ کر رکھا جاتا ہے۔شرمگاہ کے حصوں کو کپڑے کے نیچے سے دھویا جاتا ہے، جس میں مقعد بھی شامل ہے۔اسلام میں کپڑا میت کی پردہ پوشی کے لیے ہے۔میت کو نہلانے والوں کو چاہئے کہ اس کے پیٹ کو دبائیں تاکہ نجاست کو دور کیا جاسکے۔اس نجاست کو میت سے دھونا چاہیے۔جو شخص متوفی کو نہلا رہا ہے اسے اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ لینا چاہیے۔میت کو پاک کرنے کی نیت سے ایک بار پانی سے نہلانا فرض ہے۔جس طرح ہم وضو کرتے ہیں، اسی طرح میت کو بھی وضو کرایا جاتا ہے۔پھر پورے جسم کو دائیں جانب سے شروع کرتے ہوئے، پانی اور صابن سے تین بار دھویا جاتا ہے۔اگر میت عورت کی ہے اور اس کے بال ایک دوسرے کے ساتھ گندھے ہوئے ہیں، تو پھر انہیں کھول کر دھوئیں، اور پھر تین علیحدہ علیحدہ حصے بنائیں۔غسل کرنے کے بعد، جسم کو صاف کپڑے سے خشک کریں اور پھر خوشبو لگائیں۔نبیؐ نے عورتوں کو اپنی بیٹی کا جسم دو بار دھونے اور تیسری بار پانی میں کفور شامل کرنے کا حکم دیا (بخاری، مسلم)۔پرتشدد موت یا حادثے کی صورت میں، جہاں میت کے جسم پر چوٹیں آئیں ہوں، وہاں حکام لاش کا معائنہ کرتے ہیں، اسے بہتر بناتے ہیں،اسے غسل دیتے ہیں اور کفن میں لپیٹ کر پھر ورثاء کے حوالے کرتے ہیں۔ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جب پانی دستیاب نہ ہو تو، میت کے لئے تیمم غسل کا متبادل بن سکتا ہے۔تیمم وہاں بھی جائز ہے، جہاں یہ خدشہ ہو کہ پانی کے استعمال سے جسم گل جائے گا، جیسے جلا ہوا جسم۔اگر عورتیں خاتون میت

کو نہلانے کے لیے دستیاب نہ ہوں تو ہم تیمم کرا سکتے ہیں، اسی طرح اگر مرد میت کو نہلانے کے لئے مرد دستیاب نہ ہوں تو اسے بھی تیمم کرایا جا سکتا ہے۔ یہ سب اس لئے ہے کہ اب مغرور انسان اب اپنے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ زندگی کی وہ حقیقت ہے جسے انسان بھول جاتا ہے۔

کفن: غسل کے بعد، میت سفید کپڑے (کفن) میں لپیٹ دی جاتی ہے۔ یہ واجب ہے کہ جسم کو کم از کم ایک چادر سے ڈھانپا جائے۔ کفن میں مرد کے لئے زیادہ سے زیادہ تین چادریں اور عورت کے لئے پانچ چادریں ہوتی ہیں۔ سفید کفن استعمال کیا جاتا ہے، کیونکہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "سفید لباس پہنو یہ آپ کے لیے بہترین لباس ہے، اور مردوں کو اس سے لپیٹو (ابو داؤد، ابن ماجہ)۔ کفن کو خوشبو لگائی جاتی ہے، اور قبرستان تک لے جانے کے لئے چارپائی پر رکھا جاتا ہے۔ میت کو اٹھا کر قبرستان لے جانے سے پہلے، چہرے سے کپڑے کو ہٹا کر سوگواروں کو ان کے پیارے کے چہرے کا آخری دیدار کرایا جاتا ہے۔ اعلان کردہ وقت کے مطابق، چارپائی کو کندھوں پر اٹھا کر قبرستان لے جایا جاتا ہے (اگر قبرستان قریب ہے)۔ مسلمانوں کو نصیحت کی جاتی ہے کہ وہ دل میں سارے راستے کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے جائیں۔

جنازہ کو قبرستان لے جانا: رسول اللہؐ کو جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے جانور کی سواری پیش کی گئی، لیکن آپؐ نے اسے قبول نہ کیا۔ جب آپؐ جنازہ سے فارغ ہوئے تو آپؐ کو دوبارہ سواری پیش کی گئی، آپؐ نے اسے قبول کر لیا۔ جب آپؐ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: "فرشتے جنازے کے ساتھ چل رہے تھے، لہٰذا میں نے سواری پر سوار ہونا پسند نہیں کیا، لیکن جب وہ چلے گئے تو میں سوار ہو گیا" (ابو داؤد، البیہقی)۔ مطلب، جنازہ کے ساتھ چلنا بہت ثواب کا کام ہے۔

نماز جنازہ: مسلمانوں کی جماعت، میت کی مغفرت کے لئے نماز جنازہ ادا کرتی ہے۔ اس نماز کو صلوٰۃ الجنازہ کہتے ہیں۔ قبرستان کے قریب گراؤنڈ میں پہنچنے پر، نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے۔ میت کو نماز جنازہ کی امامت کرنے والے شخص کے سامنے رکھا جاتا ہے۔ یہ انتہائی افضل ہے کہ میت کا کوئی قریبی رشتہ دار نماز کی امامت کرے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی دعاؤں میں اخلاص ہو گا، لہٰذا قبولیت کے امکانات زیادہ ہوں گے۔ امام مرد میت کے سر کی طرف اور عورت میت کے درمیانی حصے کی طرف کھڑا ہوتا ہے۔ یہ مروی ہے کہ انسؓ نے ایک میت کی نماز جنازہ پڑھائی جس میں آپؓ میت کے سر کے سامنے کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد ایک خاتون میت کا جنازہ لایا گیا جس میں آپؓ نے نماز جنازہ میت کے وسط حصے کے سامنے کھڑے

ہو کر پڑھائی۔ جب ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: "یہ وہ مقام ہیں جہاں نبیؐ مرد کے جسم اور عورت کے جسم کے سامنے کھڑے ہوتے تھے" (احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ)۔ جنازہ کی دعا صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ایک التجا ہے کہ وہ مرحوم کے گناہوں کو معاف کر دے اور اس کے نیک اعمال میں اضافہ کرے۔ اس نماز میں ہم نہ رکوع کرتے ہیں اور نہ سجدہ۔ اس میں چار تکبیریں ہیں۔ پہلے ہم نماز جنازہ کی نیت کرتے ہیں اور پھر کچھ لوگ پڑھتے ہیں: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔ بے شک میں نے اپنا منہ اس اللہ تعالیٰ کی جانب کر دیا، جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے دینِ ابراہیمی پر سب سے منہ موڑ کر (قائم ہوں) اور میں مشرکوں میں سے ہر گز نہیں ہوں (الانعام:79)۔

پہلی تکبیر پر ہم اپنے ہاتھ کانوں کے لموں تک اٹھاتے ہیں اور پھر پیٹ یا سینے پر دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھتے ہیں، اور یہ پڑھتے ہیں: ۔سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَیْرُكَ۔ اے اللہ! ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں، تیری تعریف کرتے ہیں، تیرا نام بہت برکت والا ہے، تیری شان بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

پھر ہم میں سے کچھ یہ تلاوت کرتے ہیں: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود سے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔ آمین۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا ربّ ہے۔ جو سزا و جزا کے دن کا مالک ہے۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ ان کے لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام کیا۔ جن پر تیرا غضب نہیں ہوا، اور جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔ پھر کچھ لوگ قرآن کا ایک سورت تلاوت کرتے ہیں۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ۔ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ کہہ دو وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ وہ کسی کا باپ ہے، نہ کسی کا بیٹا۔ اور اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔

پھر دوسری بار تکبیر کہی جاتی ہے، کچھ کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں اور پھر نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰى اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَجِیْد۔ اے اللہ رحمت بھیج محمدؐ پر اور محمدؐ کی آل پر۔ جس طرح تو نے ابراہیمؑ پر اور ابراہیمؑ کی آل پر رحمت بھیجی۔ بے شک تو قابل تعریف ہے اور بزرگی والا

ہے۔ اے اللہ برکت نازل فرما محمدؐ پر اور محمدؐ کی آل پر جس طرح تونے برکت نازل فرمائی ابراہیمؑ پر اور ابراہیمؑ کی آل پر۔ بے شک تو قابل تعریف ہے اور بزرگی والا ہے۔

پھر تیسری تکبیر کہی جاتی ہے (اللہ اکبر)، کچھ لوگ کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں اور پھر ہم میت کے لئے دعا کرتے ہیں: **اللّٰهمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا، وَغَائِبِنَا، وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا، وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا۔ اللّٰهمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الإِسْلامِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الإِيْمَانِ، اللّٰهمَّ لا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ، وَلا تُضِلَّنَا بَعْدَهُ۔** اے اللہ بخش دے ہمارے زندوں کو اور مردوں کو اور ہمارے موجود لوگوں اور غیر حاضر لوگوں کو اور ہمارے چھوٹوں کو اور ہمارے بڑوں کو اور ہمارے مردوں کو اور ہماری عورتوں کو۔ اے اللہ ہم میں سے جسے تو زندہ رکھے تو اسے اسلام پر زندہ رکھ۔ اور ہم میں سے جسے تو موت دے تو اسے ایمان پر موت دے۔ اے اللہ ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کرنا اور نہ ہمیں اس کے بعد گمراہ کرنا۔

اللّٰهمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ، وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ، وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ، وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ، وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَأَبْدِلْهُ دَاراً خَيْراً مِنْ دَارِهِ، وَأَهْلاً خَيْراً مِنْ أَهْلِهِ، وَزَوْجاً خَيْراً مِنْ زَوْجِهِ، وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ، وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ۔ اے اللہ! بخش دے اسے۔ اس پر رحم فرما۔ اسے معاف کردے اور اسے عافیت دے۔ اس کی مہمان نوازی فرما اور اسے وسیع ٹھکانہ عطا فرما اور اسے گناہوں سے پانی، برف اور اولوں سے دھو دے اور اس کے گناہوں کو اس طرح صاف کردے جس طرح سفید کپڑے کو میل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اسے آخرت میں ایسا گھر نصیب فرما جو دنیا کے گھر سے بہتر ہو۔ اسے دنیا سے بہتر اہل خانہ عطا فرما اور دنیا سے بہتر جوڑا عطا کر۔ اسے قبر اور جہنم کے عذاب سے بچا 2/663۔

اللّٰهمَّ إِنَّ فُلانَ بْنَ فُلانٍ فِي ذِمَّتِكَ، وَحَبْلِ جِوَارِكَ، فَقِهِ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ، وَأَنْتَ أَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ، فَاغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ، إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ اے اللہ، یہ فلاں ابن فلاں تیری امان اور تیرے عہد میں ہے۔ پس تو اس کو قبر کے فتنے اور دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔ تو صاحب وفا اور صاحب حق ہے۔ اے اللہ، تو اس کی مغفرت فرما اور اس پر رحم فرما، بے شک تو بہت بخشنے والا مہربان ہے

اللهُمَّ اغْفِرْ لِـ فُلاَنٍ (باسمه) وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّيْنَ، وَاخْلُفْهُ فِي عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِيْنَ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ، وَافْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ وَنَوِّرْ لَهُ فِيهِ۔ اے اللہ فلاں کو بخش دے (نام لیا جائے) اور ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کے درجات کو بلند فرما اور اس کا نائب بن جا پیچھے باقی رہ جانے والوں میں۔ اور اے سارے جہانوں کے پروردگار ہمیں اور اسے بخش دے۔ اور اس کی قبر کو کشادہ کردے اور اس کی قبر کو نور سے بھر دے۔

اللّٰھمَّ إنَّ فُلانَ بْنَ فُلانٍ فِی ذِمَّتِكَ، وَحَبْلِ جِوَارِكَ، فَقِهِ مِنْ فِتْنَةِ القَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ، وَأَنْتَ أَهْلُ الوَفَاءِ وَالحَقِّ، فَاغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ، إِنَّكَ أَنْتَ الغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ اے اللہ ! فلاں بن فلاں، تیرے ذمہ میں ہے، اور تیری پناہ میں ہے، تو اسے قبر کے فتنے اور جہنم کے عذاب سے بچالے، تو عہد اور حق پورا کرنے والا ہے، تو اسے بخش دے، اور اس پر رحم کر، بیشک تو غفور (بہت بخشنے والا) اور رحیم (رحم کرنے والا) ہے۔

اللھُمّ عَبْدُكَ وَابْنُ أَمَتِك، احْتَاجَ إِلی رَحْمَتِك، وَأَنْتَ غَنِيٌّ عَنْ عَذابِه، إِنْ كَانَ مُحْسِناً فَزِدْ فِی حَسَنَاتِه، وَإِنْ كَانَ مُسِيئاً فَتَجاوَزْ عَنْه۔ اے اللہ یہ تیرا بندہ ہے اور تیری لونڈی کا بیٹا ہے، تیری رحمت کا محتاج ہے اور تو اسے عذاب دینے سے بے نیاز ہے۔ اگر یہ نیکوکار ہے تو اس کی نیکیوں میں اضافہ فرما اور اگر یہ گناہ گار ہے تو اس سے درگزر فرما۔ الحکم 359/1۔ عربی میں اور دعائیں بھی پڑھ سکتے ہیں۔

یہ دعا اس وقت پڑھی جاتی ہے جب متوفی بچہ ہو (جو بلوغت کی عمر تک نہیں پہنچا ہو)۔

اللّٰھمَّ اجْعَلْهُ فَرَطاً وَذُخْراً لِوَالِدَيْهِ، وَشَفِيْعاً مُجَاباً، اللّٰھمَّ ثَقِّلْ بِهِ مَوَازِيْنَهُمَا، وَأَعْظِمْ بِهِ أُجُوْرَهُمَا، وَأَلْحِقْهُ بِصَالِحِ المؤْمِنِيْنَ، وَاجْعَلْهُ فِی كَفَالَةِ إِبْرَاهِيْمَ، وَقِهِ بِرَحْمَتِكَ عَذَابَ الجَحِيْمِ۔ اے اللہ ! اس بچہ کو ہمارے لیے منزل پر آگے پہنچانے والا بنا، اسے اپنے والدین کے لیے باعثِ اجر اور آخرت کا ذخیرہ بنا، اور اسے ان کے حق میں شفاعت کرنے والا اور مقبولِ شفاعت بنا۔ اے اللہ اس بچے کے ذریعے ان دونوں کے میزان کو وزنی کر دے۔ اور اس کے ذریعے ان دونوں کو اجر عظیم عطا فرما۔ اور اسے صالح مومنوں کے ساتھ ملا دے۔ اور اسے ابراہیم علیہ السلام کی کفالت میں دے دے اور اپنی رحمت سے اسے جہنم کے عذاب سے بچا۔

اللّٰھمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطاً، وَسَلَفاً وَأَجْراً۔ اے اللہ ! اس بچہ کو ہمارے لیے منزل پر آگے پہنچانے والا بنا، اسے باعثِ اجر اور آخرت کا ذخیرہ بنا۔

پھر چوتھی تکبیر کہی جاتی ہے (اللہ اکبر)،: پھر چہرے کو داہنے رخ موڑتے ہوئے، السلام علیکم و رحمۃ اللہ پڑھتے ہیں، پھر چہرے کو بائیں رخ موڑتے ہوئے، السلام علیکم و رحمۃ اللہ پڑھتے ہیں۔ اس طرح نماز مکمل ہو گئی۔ یہ مسنون ہے کہ بڑی تعداد میں لوگ نماز جنازہ ادا کریں۔ نبیؐ نے فرمایا: "اگر کوئی مسلمان فوت ہو جائے اور جو لوگ اس کے لئے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں ان کی تعداد ایک سو ہو جاتی ہے، اور یہ سب اللہ سے شفاعت کرتے ہیں اور مرحوم کے لئے اس سے معافی مانگتے ہیں تو ان کی شفاعت کو قبول کیا جائے گا" (مسلم، احمد)۔ نبیؐ نے فرمایا: "ایک مسلمان جو فوت ہو جائے، اور چالیس مسلمان اس کی نماز جنازہ ادا کریں، اور یہ سب توحید پرست ہوں، یعنی وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے ہیں، تب اللہ مرحوم کے لیے ان کی شفاعت قبول فرمائے گا (مسلم، ابوداؤد)۔ رسول اللہؐ نے یہ بھی فرمایا: "اپنے مرحومین کو

تحفے دیں۔" صحابہ کرام نے پوچھا، ہم اپنے مرحومین کو کیا تحفے پیش کریں؟ آپؐ نے فرمایا کہ ان کی طرف سے خیرات کرو (مرحومین کو اس کا اجر دیا جائے گا) اور مغفرت کی دعا کرو۔

مرحوم کی تدفین کے لئے جنازہ کو قبر کے قریب لے جانا: جب قبرستان میں داخل ہونے لگیں تو یہ دعا پڑھیں۔ السَّلامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيارِ مِنَ المؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَإِنَّا إِنْ شاءَ اللهُ بِكُمْ لاحِقُونَ، (وَ يَرْحَمُ اللهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ) نَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ العَافِيَةَ۔ اے اس دیار کے مومنو اور مسلمانو! تم پر سلامتی ہو، اللہ نے چاہا تو ہم بھی تمہارے پاس یقینا پہنچنے والے ہیں، (اللہ تعالیٰ ہم میں سے جو پہلے جا چکے اور جو بعد میں آنے والے ہیں ان پر رحم فرمائے) ہم اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ سے عافیت چاہتے ہیں۔

ابن ماجہ 494/1، بریکٹ میں حصہ مسلم 671/2 کا ہے۔

رسول اللہؐ نے فرمایا: "بیماروں کی عیادت کرو اور جنازے کے ساتھ چلو، اس سے آخرت یاد آئے گی" (مسلم)۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا، "جب میت کو چارپائی پر لیٹا کر لوگ اسے اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں، تو میت اگر پرہیزگار ہے وہ کہے گی: "مجھے جلدی لے چلو"، لیکن اگر وہ گناہگار ہے تو کہے گی: "افسوس تم پر، تم اسے کہاں لے جا رہے ہو؟" انسان کے سوا سب اس کی آواز سنتے ہیں، اگر انسان کو اس کی آواز سنائی دیتی، تو وہ یقیناً بے ہوش ہو جاتا۔ رسول اللہؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: "جنازے کو لے جانے میں جلدی کرو، کیونکہ اگر یہ نیک ہے تو خوشی اس کا انتظار کر رہی ہے، اور اگر نیک نہیں تو، تم اپنی گردنوں پر سے برائی کو دور کر رہے ہو" (بخاری اور مسلم)۔ لٰہذا، لوگوں کو جنازہ لے جانے میں جلدی کرنی چاہئے۔ نبیؐ نے یہ بھی فرمایا، جب میت کو اس کی قبر پر لے جایا جاتا ہے تو، میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں، ان میں سے دو اس کی تدفین کے بعد واپس آ جاتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ رہتی ہے۔ اس کے رشتہ دار، اس کی دولت اور اس کے اعمال اس کے پیچھے چلتے ہیں۔ رشتہ دار اور اس کا مال واپس چلے جاتے ہیں، جبکہ اس کے اعمال اس کے ساتھ جاتے ہیں (بخاری)۔ آہ، زندگی کی حقیقت، صرف اعمال (اچھے یا برے) ہمارے ساتھ جائیں گے۔ اگر مغرور انسان توبہ نہیں کرتا، تو اس کا غرور اس کے تمام نیک اعمال کو ختم کر دیتا ہے۔ اللہ ہمیں تکبر سے بچائے۔ آمین!

قبر: نبیؐ نے فرمایا: قبر آخرت کا پہلا مرحلہ ہے۔ جو بھی اس سے نجات پائے گا، اس کے بعد جو پیش آنا ہے وہ آسان تر ہے، اور اگر اسے اس سے نجات نہیں ملتی، تو اس کے بعد جو کچھ پیش آنا ہے وہ مشکل تر ہے۔

اے مسلمانو، قبر زندوں کو پکارتی رہتی ہے، کہ وہ انہیں یاد کرتی ہے، اور کیا وہ اسے یاد رکھتے ہیں یا وہ اس سے غافل ہیں؟ اور وہ ان سے کہتی ہے: "یہ مت بھولو کہ میں بے تابی سے تمہارے آنے کی منتظر ہوں، اور کہتی ہے: "اب ذرا غور سے سنو، میں اندھیرے سے بھری ہوئی ہوں، تو تم اپنے ساتھ نماز کی روشنی لے کر آنا، میں خوف کی جگہ ہوں، تو تم اپنے ساتھ قرآن کی سمجھ لے کر آنا، میں سانپوں اور بچھوؤں سے بھری ہوئی ہوں، لہذا نبیؐ کی سنت پر عمل کر کے آنا، میں آگ سے بھری ہوئی ہوں، تو تم اپنے ساتھ اللہ کی محبت میں بہائے گئے آنسوؤں کے ساتھ آنا، میں سزا سے بھری ہوئی ہوں، لہذا اپنے ساتھ صدقہ اور خیرات کا اجر لے کر آنا۔

قبر کا کم سے کم سائز وہ ہونا چاہئے جو جسم کو مکمل طور پر چھپالے، اس کی بدبو لوگوں تک نہ پہنچے، اتنی گہری کہ اسے جنگلی جانوروں سے بچائے، اور یہ کہ اسے قبلہ کے متوازی کھودا جائے۔ اس کے بعد چارپائی کو لے جا کر قبر کے قریب رکھ دیا جاتا ہے جو اس کے لئے کھودی گئی ہے۔ ایک تنکے کی چٹائی قبر میں رکھی جاتی ہے اور میت کے دو یا تین قریبی رشتے دار جسم کو قبر میں اتارتے ہیں، اور اسے تھوڑا سا دائیں طرف جھکاتے ہیں، تاکہ اس کا چہرہ کعبہ کی طرف ہو۔ جب قبر میں جسم کو اُتارا جائے تو یہ دعا پڑھنی چاہیے، کیونکہ رسول اللہؐ یہ دعا پڑھا کرتے تھے (احمد، ابو داؤد)۔ بِسمِ الله وَ بِاللهِ وَ عَلَى سَنَّةِ رَسُولِ الله صلی الله علیه وسلم۔ اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ کے رسولؐ کی سنت پر۔ پھر کفن کے سارے بند کھول دیے جاتے ہیں۔ کنکریٹ کی پلیٹوں یا لکڑی کے تختوں سے میت کو مکمل طور پر ڈھانپ دیا جاتا ہے۔ رسول اللہؐ نے میت کے سرہانے کی طرف سے، قبر پر تین مٹھیاں بھر کر مٹی ڈالی (ابن ماجہ)۔ اسی لئے ہر ایک کو قبر پر تین مٹھی بھر مٹی ڈالنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ گورکن باقی مٹی جمع کر کے قبر پر ڈھیری بنا دیتا ہے۔ پہلی مٹھی بھر مٹی ڈالتے ہوئے ہم پڑھتے ہیں: مِنّهَا خَلَقْنٰكُم۔ اسی (مٹی) سے ہم نے تم کو پیدا کیا۔ دوسری مٹھی بھر مٹی ڈالتے ہوئے ہم پڑھتے ہیں: **وَ فِيهَا نُعِيدُ كُم**۔ اور اسی میں ہم تمہیں دوبارہ لوٹائیں گے۔ تیسرے مٹھی بھر مٹی ڈالتے ہوئے ہم پڑھتے ہیں: وَ مِنهَا نُخرِجكُم تَارَةً اُخرٰی۔ اور اسی سے دوبارہ زندہ کر کے ہم تمہیں نکالیں گے۔ قبر کو زمین کی سطح سے ایک ہاتھ کی اونچائی تک بڑھاؤ، تاکہ اس کو پہچانا جائے۔ تقریباً 9 انچ سے زیادہ انچائی کی اجازت نہیں ہے۔ تاہم، اس کو ممیز کرنے کے لئے قبر پر پتھر، لکڑی کے ٹکڑے وغیرہ نشانی کے طور پر رکھنے کی اجازت ہے۔ نبیؐ نے عثمان ابن مظعون کی قبر پر ایک

پتھر نشانی کر طور پر رکھا اور فرمایا: "اس کے ساتھ میں اپنے بھائی کی قبر کو پہچانتا ہوں اور اس کے ساتھ ہی میں اپنے کنبے کے مرنے والوں کو دفن کروں گا" (ابوداؤد)۔ پھر قبر پر پانی ڈالا جاتا ہے، اور پھر کچھ قبر پر گلاب کی پتیاں یا پھول نچھاور کرتے ہیں (جبکہ اس کی ممانعت ہے)۔ قبر پر یا اس کے آس پاس کوئی تعمیر نہیں ہونی چاہئے۔ حتی کہ نام کی تختی بھی منع ہے۔ نبیؐ نے قبروں کو پختہ کرنے، قبروں پر لکھنے، اور ان کے اوپر مقبرے بنانے سے منع کیا ہے (مسلم)۔ رسول اللہؐ نے یہ بھی فرمایا: "اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ (جہاں اللہ کو یاد نہیں کیا جاتا ہے)، اور میری قبر کو میلے کا مقام نہ بنانا۔ لیکن مجھ پر درود بھیجو، کیونکہ تم جہاں بھی ہو تمہارا درود مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے (ابوداود)۔ ایک اور حدیث میں نبیؐ نے فرمایا: "قبر پر بیٹھنے کے بجائے، تمہارے لیے یہ بہتر ہے کہ تم کوئلے کے ٹکڑے پر بیٹھو جو تمہارے کپڑے جلا کر تمہارے گوشت کو جلادے" (مسلم)۔ آہ، مگر وہ انسان اب برزخ میں ہے، زندگی کی حقیقت جس کو ہم نظر انداز کرتے ہیں۔ اللہ ہمیں زندگی کے مقصد کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

تدفین کے بعد کی دعا: نبیؐ میت کو دفن کرنے کے بعد رک جاتے اور لوگوں سے کہتے کہ: "اللہ سے دعا کرو کہ تمہارے بھائی کو بخش دے اور اسے ثابت قدم رکھے، کیوں کہ اب اس سے پوچھ گچھ کی جارہی ہے" (ابوداؤد)۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اَللّٰهُمَّ ثَبِّتهُ۔ اے اللہ اسے بخش دے۔ اے اللہ اسے ثابت قدم رکھ۔ آمین! اَللّٰهُمَّ اَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ اے اللہ اسے قبر کے عذاب سے بچا۔ آمین!

اے اللہ، وہ تیرا غلام ہے، تیرے غلام اور لونڈی کا بیٹا ہے۔ وہ گواہی دیتا تھا کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ آپ کے غلام اور آپ کے رسول ہیں اور آپ اسے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ اے اللہ، اگر وہ نیک تھا تو اس کی نیکیوں میں اضافہ کر، اور اگر وہ بُرا تھا تو اس کی برائی کو نظر انداز کر۔ اے اللہ ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ رکھنا، اور اس کے بعد ہمیں آزمائش میں نہ ڈالنا۔

قبروں کی زیارت کرنا: قبر کی زیارت کرتے وقت، قبر کی طرف منہ کرنا چاہئے، مرحوم کے لیے، سلام اور دعا کریں جیسے نبیؐ قبروں کی زیارت کرتے وقت کیا کرتے تھے۔ رسول اللہؐ نے صحابہؓ سے کہا، "میں نے پہلے تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا، اب جا کر ان کی زیارت کیا کرو، ان سے سبق سیکھنے کو ملتا ہے (یوم حساب کا ڈر)، اور کوئی ایسی بات مت کہنا جو اللہ کو ناراض کرے" (بیہقی)۔ مردوں کی طرح خواتین بھی قبرستان کی زیارت کر سکتی ہیں بشرطیکہ قبر کی زیارت کے قواعد پر عمل کریں۔ یہ اس لیے کہ

مرد اور خواتین قبرستان جانے کی حکمت کو سمجھیں، (تاکہ دلوں میں اللہ کا خوف پیدا ہو، اور یہ احساس پیدا ہو کہ ایک دن ہم نے بھی قبر میں دفن ہونا ہے، اور یومِ جزا جوابدہ ہونا ہے)۔ حضرت عائشہؓ نے نبیؐ سے پوچھا کہ قبرستان جا کر کیا کہیں؟ آپؐ نے ان سے کہا: اے اس دیار کے مومنو اور مسلمانو! تم پر سلامتی ہو، اللہ نے چاہا تو ہم بھی تمہارے پاس یقینا پہنچنے والے ہیں، (اللہ تعالیٰ ہم میں سے جو پہلے جا چکے اور جو بعد میں آنے والے ہیں ان پر رحم فرمائے) ہم اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ سے عافیت چاہتے ہیں (مسلم)۔ ناپسندیدہ حرکات یہ ہیں: 1) قبروں پر ہاتھ پھیرنا۔ 2) چومنا یا ان کے گرد چکر لگانا۔ 3) قبر کے قریب جانوروں کو ذبح کرنا۔ 4) قبر پر بیٹھنا یا ان کے اوپر چلنا۔ 5) قبر کے اوپر تصویر یا پھول رکھنا وغیرہ۔ 6) قبر کو اپنا معبود بنانا۔

زندوں کے وہ اعمال جو مردوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں: نبیؐ نے فرمایا: "جب آدم کا بیٹا فوت ہو جاتا ہے تو اس کے عملوں کا سلسلہ ان تین اعمال کے علاوہ ختم ہو جاتا ہے: وہ صدقہ جو دائمی ہو (ہسپتال وغیرہ)، علم جس سے لوگ مستفید ہو رہے ہوں، اور نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی ہو" (مسلم)۔ لوگوں کی نیکیاں جو مردہ شخص کو فائدہ پہنچاتی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

ا) **مرحوم کا قرض ادا کرنا**، متوفی کے لیے خیراتی کام کرنا جس میں سب سے اہم عمل اس کا قرض ادا کرنا ہے۔ قرض ادا کرنے کے لئے رقم مرنے والے کی دولت، یا کنبہ اور دوستوں کے چندہ سے آسکتی ہے۔ "ابو قتادہؓ نے رسول اللہؐ کی اجازت سے ایک متوفی شخص کا قرض ادا کرنے کے لئے رقم دی، جو دو دینار تھی" (الحکم، بیہقی)۔ ایک شخص نبیؐ کے پاس آیا اور کہا: "اے اللہ کے رسولؐ! میری والدہ ایک ماہ کے روزے رکھنے سے پہلے ہی وفات پا گئیں، کیا میں اس کے لئے روزے رکھ سکتا ہوں"، آپؐ نے فرمایا: "اگر آپ کی والدہ مقروض ہوتیں، تو کیا تم اس کا قرض ادا نہ کرتے؟ اس نے کہا: "ہاں"۔ آپؐ نے فرمایا: "اللہ کا قرض واپس کرنا زیادہ حق رکھتا ہے" (بخاری و مسلم)۔ جہینہ قبیلے کی ایک عورت نبیؐ کے پاس آئی اور کہا، "میری والدہ نے اللہ سے حج پر جانے کا وعدہ کیا تھا، لیکن وہ اپنا وعدہ پورا کرنے سے پہلے ہی فوت ہو گئیں۔ کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: "اس کی طرف سے حج کرو۔ اگر تمہاری والدہ مقروض ہوتی، تو کیا تم اس کا قرض ادا نہ کرتیں؟ (یہ آپ سب کرو)، کیوں کہ اللہ زیادہ

حقدار ہے کہ اس کا قرض واپس کیا جائے (واجب الادا قرض اللہ کا قرض بن جاتا ہے، یعنی مخلوق کے حقوق کو معاف نہیں کیا جاسکتا) (بخاری)۔

ب) **دعا کرنا:** مرنے والوں کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کرنا۔ نماز جنازہ مرحوم کی مغفرت کے لئے دعا کے سوا کچھ نہیں ہے۔ نیز مردوں کے لئے دعا کرنے کا یہ عمل رسول اللہؐ کی سنت ہے۔

پ) صدقہ: سعد ابن عبادہؓ کی والدہ کا انتقال اس وقت ہوا جب وہ سفر پر تھے، لہٰذا وہ آپؐ کے پاس تشریف لائے اور پوچھا: "اے اللہ کے رسولؐ، میں جب سفر پر تھا تو میری والدہ کا انتقال ہو گیا، کیا ان کو فائدہ ہو گا اگر میں ان کی طرف سے خیرات دوں؟ آپؐ نے فرمایا: "ہاں"۔ سعد نے کہا: "میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ المخراف کا میرا باغ ان کی طرف سے صدقہ ہے (بخاری)۔

نبیؐ کا کوئی قول ایسا نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ قرآن کی تلاوت مرنے والوں کے لئے اجر میں بدل جائے گی (اس میں اختلاف ہے، ہم اسے اس لیے کرتے ہیں کیونکہ یہ مفت ہے)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برزخ کی زندگی

برزخ کا تذکرہ قرآن میں صرف تین بار ہوا ہے، ایک بار خاص طور پر دنیاوی اور موت کے بعد زندگی کے درمیان حائل رکاوٹ کے طور پر، اور دو بار میٹھے پانی اور نمکین پانی کے مابین ناقابل نفوذ رکاوٹ کے طور پر۔ اگرچہ دونوں پانی ملتے ہیں، پھر بھی دونوں سمندر ایک دوسرے سے خاصیت میں الگ رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: پھر بھی اُن کے درمیان ایک پردہ حائل ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے (الرحمٰن :20)۔ برزخ کی زندگی، دنیاوی زندگی اور آخرت کی زندگی کے مابین عبوری زندگی ہے۔ جس طرح رکاوٹ کی وجہ سے دونوں سمندر آپس میں نہیں ملتے، اسی طرح، برزخ کی زندگی اور موجودہ زندگی آپس میں نہیں ملتیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (یہ لوگ اپنے کرتوتوں سے باز نہ آئیں گے) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آجائے گی تو کہنا شروع کرے گا کہ: "اے میرے ربّ! مجھے اسی دنیا میں واپس بھیج دیجیے جسے میں چھوڑ آیا ہوں، امید ہے کہ اب میں نیک عمل کروں گا"۔ ہر گز نہیں، یہ تو بس ایک بات ہے جو وہ بک رہا ہے اب ان سب (مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ حائل ہے دوسری زندگی کے دن

تک (المومنون:100-99)۔ برزخ دنیاوی زندگی اور یوم قیامت کے درمیان ایک عارضی قیام گاہ ہے۔ برزخ (عبوری رکاوٹوں کے درمیان) کی زندگی دُنیاوی زندگی سے بالکل الگ تھلگ ہے۔ آخرت میں دونوں کا وجود ختم ہو جائے گا۔ لہٰذا، دونوں جہتوں کے درمیان کوئی مکالمہ ممکن نہیں۔ برزخ کی اپنی حقیقتیں ہیں اور یہ اس دنیا سے بالکل مختلف ہیں۔ برزخ میں ہر شخص کو معلوم ہو گا کہ وہ جہنم میں یا جنت میں جارہا ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: "قبر قیامت کا پہلا نظارہ ہے"۔ اگر وہ قبر کے عذاب سے بچ گیا، تو اس کے بعد جو بھی ہو گا وہ بہتر اور آسان تر ہو گا۔ اگر کوئی قبر کے عذاب سے نہیں بچا، تو پھر اس کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے وہ بد تر ہو گا۔ جب کسی ایمان والے کو جنت میں اس کا مقام دکھایا جائے گا تو وہ کہے گا اے میرے ربّ! آخری گھڑی آنے دے، میں جنت میں جانا چاہتا ہوں۔ جب کافر جہنم میں اپنی جگہ دیکھے گا تو وہ کہے گا "اے میرے ربّ! قیامت نہ آنے دینا"۔ جو چیز انسان کے ساتھ قبر میں جائے گی، وہ اس کے اعمال ہیں۔ عقائد کے بعد اس کے اعمال آخرت میں اس کے مقام کو طے کریں گے۔ نبیؐ نے فرمایا کہ برزخ میں مردے قبروں میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں، لہٰذا، جب تم اپنے مردوں کو دفن کرو تو انہیں صاف اور خوشبودار کفن پہناؤ۔ ایک حدیث میں ابن القیم نے نقل کیا ہے کہ برزخ میں روحیں ایک دوسرے سے اپنے تقویٰ کے مطابق ملیں گے۔ نبیؐ فرماتے تھے کہ موت، قبر اور آخرت کو خوب یاد کیا کرو، یہ تمہیں مقصدِ حیات کو یاد رکھنے اور آخرت کی تیاری میں معاون ہوں گے۔ یہ فانی دنیا کی مشغولیت سے بچنے میں مددگار ثابت ہوں گے۔

اسلام میں روح اور جسم ایک دوسرے سے آزاد ہیں۔ یہ برزخ میں اہم ہے، کیونکہ صرف روح برزخ میں جاتی ہے نہ کہ اس کا جسم۔ کسی شخص کے فوت ہونے پر اس کے امتحان کا وقت بھی ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا اب اس کے اعمال نامے میں کوئی اچھائی یا برائی درج نہیں ہو سکتی۔ اگر کسی شخص نے اپنی زندگی گناہ اور دنیاوی لذتوں میں صرف کی ہو تو وہ جنت میں جانے کے لیے اب نیک عمل نہیں کر سکے گا۔ اس نے زندگی میں جو کچھ کیا ہو گا وہ حتمی ہے اور اسے برزخ میں تبدیل یا بدلا نہیں جا سکتا۔ کچھ مسلم اسکالرز برزخ کی اہمیت پر زور دیتے ہیں، جبکہ دیگر اس کو نظر انداز کرتے ہیں۔ جدید مسلمان مفکرین برزخ پر زور نہیں دیتے اور اس کی بجائے انفرادی زندگی اور قیامت کے دن پر توجہ دیتے ہیں، جو ہمیں دینی چاہیے۔

قبر میں پُوچھ گچھ: ایک اور عام خیال یہ ہے کہ تدفین کے بعد، دو فرشتے (منکر اور نکیر) مردوں سے ان کے ایمان کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ نیک ایمان والے صحیح جواب دیں گے اور وہ سکون اور راحت میں رہیں گے، جبکہ گنہگار اور کافر ناکام ہوں گے اور انہیں سزا ملے گی۔ ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "جب کسی شخص کو دفن کیا جاتا ہے تو، اس کے پاس سیاہ آنکھوں والے دو فرشتے آتے ہیں۔ ایک کا نام منکر اور دوسرا نکیر ہے۔ وہ اس سے پوچھتے ہیں، "تم اس شخص (محمدؐ) کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ وہ دنیا میں جو کچھ کہتا تھا وہی کہے گا، "وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اور کہے گا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ دونوں فرشتے کہیں گے کہ ہمیں معلوم تھا کہ تم اسی طرح جواب دو گے۔ اس کی قبر روشن اور 70x70 ہاتھ چوڑی ہو جائے گی۔ اسے پھر سونے کے لئے کہا جائے گا۔ وہ کہے گا، "میں اپنے اہل خانہ کو اپنی معافی کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں"۔ وہ اسے سونے کو کہتے ہیں۔ وہ سو جاتا ہے، اس وقت تک کے لیے جب اللہ مردوں کو ان کی قبروں سے زندہ کر کے اٹھائے گا۔ عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا، "جب تم میں سے کوئی فوت ہو جاتا ہے تو اسے دن رات اس کی منزل دکھائی جاتی ہے۔ اگر وہ جنتی ہے تو اسے جنت دکھائی جاتی ہے، اور اگر وہ جہنمی ہے تو اسے جہنم دکھائی جاتی ہے، اور اسے بتایا جاتا ہے کہ یہ تمہارا ٹھکانہ ہے۔ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہتا ہے (بخاری)۔ موت اور قیامت کے مابین زندگی کو برزخ کی زندگی کہا جاتا ہے۔ زندگی بعد الموت پر یقین کرنا اسلام کے چھ بنیادی عقائد میں سے ایک ہے۔ پوچھ گچھ کے بعد گناہ گار اور کافروں کو سخت فرشتوں سے واسطہ پڑے گا جو ان کو سزا دیں گے۔ وہ روح کو کہیں گے کہ جسم سے باہر نکلو اور اللہ کے قہر کا سامنا کرو۔ گھبرا کر، روح اپنے آپ کو جسم میں چھپانے کی شدت سے کوشش کرتی ہے۔ اس کے بعد، موت کے فرشتے روح کو پیٹنا شروع کر دیتے ہیں اور اسے جسم سے تکلیف دہ انداز میں نکال لیتے ہیں۔ تب گناہ گار کی روح کو کسی بدبو دار گندے کپڑے میں لپیٹ کر فرشتے آسمان کی طرف بڑھتے ہیں۔ راستے میں دوسرے فرشتے اس بد روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ انہیں بتایا جاتا ہے کہ یہ فلاں گناہ گار کی روح ہے۔ پھر فرشتے ساتویں آسمان پر پہنچ جاتے ہیں، لیکن اس بد روح کے لیے دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ اس کے بعد روح کو زیر زمین پھینک دیا جاتا ہے، جہاں اسے تا قیامت سزا دی جاتی ہے۔ دوسری طرف، جب ایک نیک ایمان والا فوت ہوتا ہے، تو آسمان سے روشن چہرے والے فرشتے خوشبو دار کپڑا لے کر اترتے ہیں۔ تب موت کا فرشتہ آتا ہے اور روح کو اللہ کی خوشنودی اور رحمت میں باہر آنے کو کہتا ہے۔ پھر جیسے گھڑے سے

پانی نکلتا ہے ویسے ہی روح کو آسانی سے نکال لیا جاتا ہے۔اس کے بعد روح کو خوشبودار کپڑے میں لپیٹ کر ساتویں آسمان پر لے جایا جاتا ہے، جہاں اللہ کہتا ہے: "اس کا نام 'علیین 'میں لکھ کر اسے زمین پر واپس لے جاؤ۔ میں نے اسے مٹی سے پیدا کیا تھا،اور میں اسے اسی مٹی سے دوبارہ اٹھاؤں گا"۔ پھر اسے انعامات سے نوازا جاتا ہے۔

قبر کا عذاب: اور اُس وقت کے آنے سے پہلے بھی ظالموں کے لیے ایک عذاب ہے، مگر ان میں سے اکثر جانتے نہیں ہیں(الطور:47)۔ تمہارے گردوپیش جو بدوی رہتے ہیں ان میں بہت سے منافق ہیں اور اسی طرح خود مدینہ کے باشندوں میں بھی منافق موجود ہیں جو نفاق میں طاق ہو گئے ہیں۔ تم انہیں نہیں جانتے، ہم اُن کو جانتے ہیں قریب ہے وہ وقت جب ہم ان کو دوہری سزا دیں گے پھر وہ زیادہ بڑی سزا کے لیے واپس لائے جائیں گے(التوبہ:101)۔ عائشہؓ نے کہا: مدینہ میں میرے پڑوسی دو بوڑھی یہودی خواتین، میرے گھر میں داخل ہوئیں اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ قبر کے لوگوں کو قبروں کے اندر سزا ملتی ہے۔ میں نے ان سے کہا یہ سچ نہیں ہے، قبر کے لوگوں کو سزا نہیں ملتی۔ پھر وہ وہاں سے چلی گئیں۔ آپؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہؐ سے اس کے بارے میں پوچھا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا، قبر کے لوگوں کو اس وقت تک سزا ملتی ہے جب تک کہ جانور ان کی باتیں نہ سن پائیں۔ آپؓ نے کہا کہ میں نے اس دن کے بعد نبیؐ کو نماز میں یا نماز کے بعد کبھی نہیں دیکھا کہ آپؐ قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ نہ مانگیں۔ نبیؐ نے فرمایا: "اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمہیں قبر میں آزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا،اور یہ آزمائش دجال کی آزمائش جیسی ہو گی۔ ایک دفعہ رسول اللہؐ دو قبروں کے پاس سے گزرے اور فرمایا، "انہیں سزا دی جا رہی ہے، لیکن انہیں ایسی کسی چیز پر سزا نہیں دی جا رہی جس سے بچنا مشکل تھا۔ان میں سے ایک چلتے پھرتے غیبت اور بہتان تراشی کرتا تھا،اور دوسرے نے اپنے آپ کو پیشاب کے قطروں سے نہ بچایا(بخاری218، مسلم292)۔ اے اللہ، ہمیں عذاب قبر سے بچا۔ آمین! اللّٰھُمَّ اِعذنا مِن عَذَاب القبرِ۔ اسلام میں روح کو دو فرشتے قبر میں عذاب دیتے ہیں، جبکہ نیک ایمان والے قبر کو "پُرسکون اور مبارک" پاتے ہیں۔ عذاب قبر کا ذکر قرآن مجید میں نہیں، بلکہ حدیث میں ہے۔ قرآن میں موت اور قیامت کے مابین کے بارے میں مختصر سا حوالہ دیا گیا ہے۔ تاہم اس میں ذکر کیا گیا ہے کہ کچھ افراد کا جیسے شہید زندہ ہیں، قرآن کا ارشاد ہے: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں اُنہیں مردہ نہ کہو، ایسے لوگ تو حقیقت

میں زندہ ہیں، مگر تمہیں اُن کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا(البقرہ:154)۔مزید فرمایا: اپنی خطاؤں کی بناپر ہی وہ غرق کیے گئے اور آگ میں جھونک دیے گئے، پھر انہوں نے اپنے لیے اللہ سے بچانے والا کوئی مددگار نہ پایا(نوح:25)۔(فرعون کے لوگ) آخر کار اُن لوگوں نے جو بُری سے بُری چالیں اُس مومن کے خلاف چلیں، اللہ نے اُن سب سے اُس کو بچالیا اور فرعون کے ساتھی خود بدترین عذاب کے پھیر میں آگئے۔ دوزخ کی آگ ہے جس کے سامنے صبح و شام وہ پیش کیے جاتے ہیں، اور جب قیامت کی گھڑی آجائے گی تو حکم ہوگا کہ آلِ فرعون کو شدید تر عذاب میں داخل کرو(المومن:46-45)۔ برزخ کی اصطلاح سے ظاہر ہوتا ہے کہ میت اور زندہ الگ الگ ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ تعامل نہیں کرسکتے ہیں۔ شرپسند اپنے اور میت کے درمیان جو تعامل دکھاتے ہیں، وہ اصل میں شیطان جن اور اس کے مابین مکالمہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ برزخ سے مراد موت اور یوم قیامت کے درمیان کی مدت ہے، کیوں کہ قیامت کے بعد یوم بعثت تک اللہ کے سوا کسی چیز کا وجود نہ رہے گا۔ برزخ کی زندگی میں، گناہ گار اور کافروں کی روحوں کو سجین نامی جگہ پر رکھ کر سزا دی جاتی ہے۔اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ زمین کی انتہائی نچلی سطح پر واقع ہے۔ ان کے اعمال ناموں کا مکمل ریکارڈ بھی وہیں رکھا جاتا ہے۔دوسری طرف، نیک ایمان والوں کی روحوں کو علیین نامی جگہ پر رکھا جاتا ہے۔ان کے اعمال ناموں کا مکمل ریکارڈ بھی وہیں رکھا جاتا ہے۔ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ قبر کا عذاب گناہ گار ایمان والوں کو ان کے گناہوں سے پاک کرتا ہے، تاکہ قیامت سے پہلے روح زیادہ سے زیادہ گناہوں سے پاک ہوسکے۔ برزخ کی زندگی کے بارے میں مسلم علماء کی مختلف روایات کی بنیاد پر مختلف آراء ہیں۔

قیامت کی گھڑی

اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں: لوگو! اپنے ربّ کے غضب سے بچو، حقیقت یہ ہے کہ قیامت کا زلزلہ بڑی (ہولناک) چیز ہے۔ جس روز تم اسے دیکھو گے، حال یہ ہوگا کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہوجائے گی، ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا، اور لوگ تم کو مدہوش نظر آئیں گے، حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے، بلکہ اللہ کا عذاب ہی کچھ ایسا سخت ہوگا(الحج:2-1)۔ سائنسدانوں نے بگ کرنچ تھیوری کے ذریعہ یہ بتایا ہے کہ کائنات کا اختتام کیسے ہوگا۔ان کے مطابق، بگ کرنچ، بگ بینگ کا الٹ ہو

گا۔ اس وقت کائنات میں توسیع ہو رہی ہے، لیکن کائنات کی توسیع کی شرح آہستہ آہستہ کم ہو رہی ہے۔اس طرح یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قیامت کی گھڑی قریب سے قریب تر ہو رہی ہے۔ قرآن نے قیامت کے دن کا ذکر یوں کیا ہے۔ پھر جب دیدے پتھرا جائیں گے۔اور چاند بے نور ہو جائے گا اور چاند سورج ملا کر ایک کر دیے جائیں گے (القیامہ:9-7)۔ قیامت کے بعد جب اللہ کے سوا سب کچھ فنا ہو جائے گا۔اللہ سبحانہ و تعالیٰ پکار کر پوچھیں گے، "تب ربّ کون تھا،اور آج ربّ کون ہے؟" (کوئی جواب نہیں آئے گا، کیوں کہ اس دن کسی چیز کا وجود نہ ہو گا)۔اور جب اللہ چاہے گا تو فرشتہ اسرافیل کو زندہ کر کے صور پھونکنے کا حکم دے گا۔ جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو قیامت کا آغاز ہو گا، تمام مردہ فرشتے،انسان اور جن زندہ ہو جائیں گے، جنت، جہنم اور قیامت کے لیے زمین کو ازلی قوانین کے ساتھ دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔ قیامت، یوم بعثت اور یوم الجزا اسلام کا پانچواں بنیادی عقیدہ ہے۔عقیدہ توحید اور قیامت سب سے بنیادی تصورات ہیں جن پر تمام انبیاء کرام نے زور دیا تھا۔یہی وجہ ہے کہ یہ تینوں تصورات دنیا کے تقریباً تمام مذاہب میں موجود ہیں۔تاہم دوسرے مذاہب میں انبیاء کی دوسری تعلیمات کی طرح قیامت کے تصور کو بھی مسخ کیا گیا ہے اور صرف اسلام ہی اس عظیم واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کے بارے میں صحیح اور درست معلومات دیتا ہے (کیونکہ انہیں دستاویزی شکل میں محفوظ رکھا گیا ہے)۔

قیامت: کیوں، کیسے، اور کب آئے گی؟ یہ واقعی بہت ہی مناسب سوالات ہیں۔ تقریباً ہر قوم نے اپنے انبیاء سے یہ سوالات پوچھے ہیں۔ لیکن زیادہ تر سوالات اس تصور کی تضحیک کرنے کے لئے پوچھے گئے تھے۔ان سوالوں کے جوابات اللہ ہی جانتا ہے۔

قیامت کی گھڑی خفیہ کیوں رکھی گئی ہے؟ قرآن ہمیں واضح طور پر بتاتا ہے کہ قیامت کے دن کو پوشیدہ کیوں رکھا گیا ہے۔ قیامت کی گھڑی ضرور آنے والی ہے میں اُس کا وقت مخفی رکھنا چاہتا ہوں، تاکہ ہر متنفس اپنی سعی کے مطابق بدلہ پائے (طٰہٰ:15)۔ یہ لوگ آپؐ سے پوچھتے ہیں: آخر وہ گھڑی کب آکر ٹھہرے گی، آپؐ کا کیا کام کہ اس کا وقت بتائیں۔اس کا علم تو اللہ پر ختم ہے (نازعات:44-42)۔لوگ آپؐ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کی گھڑی کب آئے گی؟ کہو، اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔ تمہیں کیا خبر! شاید کہ وہ قریب ہی آلگی ہو (الاحزاب:63)۔اسے خفیہ رکھا گیا ہے تاکہ لوگ ربّ سے ڈرتے ہوئے چوکس رہیں۔

قیامت کیوں آنی چاہیے؟ تخلیق کے مقصد کے مطابق، ہم یہاں اللہ کی صفات کو حاصل کر کے پرامن طریقے سے زندگی بسر کرنے کے فن کو اپنانے کے لئے آئے ہیں،اور عمومی طور پر انسانیت کو فائدہ پہنچانے

کے لئے اپنی عقل کا استعمال کرنا سیکھیں۔ جیسے تمام امتحانات کے وقت کی ایک حد ہوتی ہے، اسی طرح اس دنیا کی زندگی کی بھی ایک حد ہے۔ اسے ختم ہونا ہے۔ یہ وہ دن ہوگا جب تمام سامان ان کے مالکان سے لے لیا جائے گا۔ جس دن سب کچھ ختم ہو جائے گا سوائے ربّ کائنات کے۔

قیامت کب ہوگی؟ جب کوئی شخص فوت ہوتا ہے، تو وہ اس کے لیے قیامت کا دن ہوتا ہے۔ میری رائے میں قیامت کا دن حضرت عیسیٰؑ کے انتقال کے بعد برپا ہوگا۔ صحیح وقت صرف اللہ عالم الغیب کو معلوم ہے۔ لیکن ایک امکان موجود ہے کہ قیامت کے دن کا آغاز کرنے والا خود انسان ہو۔ وہ کائنات کے عالمگیر توازن سے چھیڑ چھاڑ کرے گا اور قیامت کا محرک ہوگا۔ مغرور انسان نے سوچنا شروع کر دیا ہے کہ اگر وہ مشتری کو بھڑکاتا ہے، جس میں میتھین کے سمندر ہیں، تو کیا ہوگا؟ قرآن و حدیث سے یہ واضح ہے کہ قیامت کے دن کا قطعی وقت الہامی راز ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کسی کو قیامت کے وقت کا پتہ نہیں ہے۔

قیامت کیسے واقع ہوگی؟ قیامت کا دن اچانک تباہ کن بڑے بحران کے ساتھ ظاہر ہوگا۔ قرآن میں قیامت سے پہلے صور پھونکنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ صور کی اصل نوعیت کو کوئی نہیں جانتا ہے۔ لیکن قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ صور ایک زبردست دھماکا ہوگا جس سے ساری کائنات ہلا دی جائے گی۔ کائناتی سطح پر افراتفری کی ایک بے مثال حالت پوری کائنات کو اپنی گرفت میں لے لے گی۔ زمین کے باسیوں کو ایک زبردست زلزلے کا سامنا کرنا پڑے گا، جو انسانیت کی پوری تاریخ میں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ تب تباہ کن واقعات کا ایک سلسلہ ایک کے بعد ایک ساری کائنات کو تباہ کر دے گا، فرشتوں سمیت ہر روح اور ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے، اور صرف تیرے رب کی جلیل و کریم ذات ہی باقی رہنے والی ہے (الرحمٰن :26-27)۔ اور کیا گزرے گی اس روز جبکہ صور پھونکا جائے گا اور ہول کھا جائیں گے وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ سوائے اُن لوگوں کے جنہیں اللہ اس ہَول سے بچانا چاہے گا۔ اور سب کان دبائے اس کے حضور حاضر ہو جائیں گے (النمل:87)۔

یومِ بعثت بعد الموت

اس دن ہر شخص بغیر کسی استثنا کے زندہ کیا جائے گا، چاہے کسی جسم کو جلایا گیا ہو یا درندوں نے کھایا ہو یا ڈوب کر مرا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ان سے کہو: "تم پتھر یا لوہا بھی بن جاؤ، اس سے بھی زیادہ سخت کوئی

چیز جو تمہارے ذہن میں قبولِ حیات سے بعید تر ہو" (پھر بھی تم اٹھ کر رہو گے) وہ ضرور پوچھیں گے: "کون ہے وہ جو ہمیں پھر زندگی کی طرف پلٹا کر لائے گا"؟ جواب میں کہو: "وہی جس نے پہلی بار تم کو پیدا کیا۔" وہ سر ہلا ہلا کر پوچھیں گے، "اچھا، تو یہ ہوگا کب"؟ تم کہو، "کیا عجب کہ وہ وقت قریب ہی آ لگا ہو۔ جس روز وہ تمہیں پکارے گا تو تم اس کی حمد کرتے ہوئے اس کی پکار کے جواب میں نکل آؤ گے اور تمہارا گمان اُس وقت یہ ہو گا کہ ہم بس تھوڑی دیر ہی اس حالت میں پڑے رہے ہیں" (بنی اسرائیل:52-50)۔ وہ دن جب کہ آسمان کو ہم یوں لپیٹ کر رکھ دیں گے جیسے طومار (پلندہ) میں اوراق لپیٹ دیے جاتے ہیں۔ جس طرح پہلے ہم نے تخلیق کی ابتدا کی تھی اُسی طرح ہم پھر اس کا اعادہ کریں گے۔ یہ ایک وعدہ ہے ہمارے ذمے، اور یہ کام ہمیں بہر حال کرنا ہے (الانبیاء:104)۔ ڈراؤ انہیں اس دن سے جب کہ زمین اور آسمان بدل کر کچھ سے کچھ کر دیے جائیں گے اور سب کے سب اللہ واحد قہار کے سامنے بے نقاب حاضر ہو جائیں گے (ابراہیم:48)۔ پھر اللہ صور پھونکنے والے فرشتے اسرافیل کو دوبارہ زندہ کرے گا اور اسے دوسری بار یومِ بعثت کے لیے صور پھونکنے کا حکم دے گا۔ دوسری دفعہ جب صور پھونکا جائے گا، تو یومِ محشر کا آغاز ہو گا اور تمام مردہ فرشتے، انسان اور جن دوبارہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے، محشر کا میدان سج جائے گا اور کائنات (جنت و دوزخ) دوبارہ ابدی قوانین کے ساتھ وجود میں آئیں گی۔ یہ تخلیق کا نیا نظم لے کر آئے گا۔ اللہ ایک نئی خوبصورت ترین اور موجودہ کائنات سے بڑی کائنات کو تشکیل دے گا۔ یہ قرآن مجید میں اللہ کے وعدہ کی تکمیل ہو گی۔ اس دن ہر شخص صور کی خوفناک آواز سے زندہ ہو گا۔ چاہے کسی جسم کو جلایا ہو، جانوروں نے کھایا ہو یا ڈوبا ہو، ہر ایک کو بغیر کسی استثنا کے زندہ کیا جائے گا۔ پریشانی میں لوگ خود سے پوچھیں گے، کیا ہو رہا ہے، ہمیں کس نے بیدار کیا؟ تب احساس ہو گا کہ یہ محشر کا دن ہے جس کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے تھے۔ پھر اللہ کہے گا: میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور انہیں موت دی۔ بے شک میرا نہ کوئی شریک ہے اور نہ ہی کوئی وزیر۔ اور میں نے اپنی قدرت سے مخلوق کو بنایا اور میں نے اپنی مرضی سے ان کو موت دی۔ اور میں نے انہیں اپنی قوت سے دوبارہ زندہ کیا۔ وہ دن جبکہ سب لوگ بے پردہ ہوں گے اللہ سے اُن کی کوئی بات بھی چھپی ہوئی نہ ہو گی۔ (اُس روز پکار کر پوچھا جائے گا) آج بادشاہی کس کی ہے؟ (سارا عالم پکار اٹھے گا) اللہ واحدِ قہار کی (المومن :16)۔ ہائے افسوس، قرآن نے ہمیں بتایا تھا: اور پھر صُور پھونکا گیا یہ ہے وہ دن جس کا تجھے خوف دلایا جاتا تھا۔ ہر شخص اِس حال میں آ گیا کہ اُس کے ساتھ ایک ہانک کر لانے والا ہے اور ایک گواہی دینے والا۔ اس

چیز کی طرف سے تو غفلت میں تھا، ہم نے وہ پردہ ہٹادیا جو تیرے آگے پڑا ہوا تھااور آج تیری نگاہ خوب تیز ہے (ق:22-20)۔(اے اللہ! رحم فرما)۔اور سورۃ قیامہ میں اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: نہیں! میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی! اور نہیں! میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی۔ کیاانسان یہ سمجھ رہاہے کہ ہم اُس کی ہڈیوں کو جمع نہ کرسکیں گے ؟ کیوں نہیں ؟ ہم تو اس کی انگلیوں کی پور پور تک ٹھیک بنادینے پر قادر ہیں۔ مگر انسان چاہتا یہ ہے کہ آگے بھی بد اعمالیاں کرتا رہے۔ پوچھتا ہے : "آخر کب آنا ہے وہ قیامت کادن۔؟" پھر جب دیدے پتھرا جائیں گے۔اور چاند بے نور ہو جائے گااور چاند سورج ملا کر ایک کر دیے جائیں گے۔اُس وقت یہی انسان کہے گا: "کہاں بھاگ کر جاؤں ؟" ہرگز نہیں! وہاں کوئی جائے پناہ نہ ہو گی (القیامہ :12-1)۔ہائے بد بختی، ہائے مصائب، انسان اس خوفناک دن کی حقیقت کو اب سمجھے گا جس کے بارے میں قرآن نے متنبہ کیا تھا۔ ہر انسان رو رو کر اللہ سے فریاد کر رہا ہو گا کہ وہ اس پر رحم کرے۔ اگرچہ نبیؐ نے ہمیں بتایا تھا کہ توبہ موت کے آخری لمحات سے پہلے پہلے قبول کی جاتی ہے، اس کے بعد نہیں۔ اس دن کے خوف اور اضطراب اور زیادہ درجہ حرارت کی وجہ سے انسان کو بہت زیادہ پسینہ آئے گا، جس کا اس نے پہلے کبھی تصور اور نہ ہی سامنا کیا ہو گا۔ اگر ایسا دنیاوی زندگی میں ہوتا تو انسان کو ئلہ ہو جاتا۔ محشر کا پورا علاقہ سینکڑوں ارب انسانوں اور جنات کے ہجوم سے بھرا ہو گا، جیسے پتنگوں کے جھنڈ۔ کچھ لوگ اپنے پسینے میں پورے ڈوبے ہوئے ہوں گے، کچھ اپنی گردن تک اور کچھ اپنے ٹخنوں تک۔ ہائے اللہ، قیامت کا منظر انتہائی خوفناک ہو گا، اور یہ غم سے نڈھال پُر سوز آواز میں اللہ کی رحمت کو پکار رہے ہوں گے، ہائے کتنے اذیت ناک دن کا مغرور انسان کو سامنا کرنا پڑے گا۔ اس دن کی خوفناکی کی وجہ سے انسان کو احساس ہو گا کہ وہ کنگال ہے، اس کے پاس آخرت کی کرنسی (اچھے اعمال) کافی نہیں ہے۔ آہ! قرآن نے ہمیں متنبہ کیا تھا کہ پچھتاوا، ندامت اور توبہ کا وقت صرف فانی زندگی میں ہے، اور یہ کہ بدلہ کے دن توبہ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ اے اللہ رحم فرما!! اس دن دلوں کی دھڑکن بہت تیز ہو گی، فانی زندگی میں، یہ دل پھٹ جاتا۔ اس خوفناک دن کی پریشانی کو دیکھ کر انسان خواہش کرے گا کہ اس نے امتحان کا انتخاب نہ کیا ہوتا، یا اس کا وجود نہ ہوتا، یا اسے پھر سے موت آجائے، یا وہ خاک میں تبدیل ہو جائے، یا واپس دنیا میں دوبارہ امتحان کے لئے بھیج دیا جائے۔ آہ! قرآن نے ہمیں بتایا تھا کہ یومِ بعثت کے بعد کبھی موت نہیں آئے گی، اور نہ ہی دوبارہ امتحان لیا جائے گا۔ پریشانی کی وجہ سے وقت نہیں گزرے گا۔ یوم الجزا کے انتظار میں انسان پچاس ہزار سال تک اپنے آنسوؤں اور پسینے کے تالاب میں

تیرے گا۔ قرآن نے ہمیں بتایا ہے کہ جب ہم سے اس خوفناک دن سوال کیا جائے گا، "تم کتنے دن زمین پر رہے"، تو انسان کہے گا: "ایک دن یا دن کا بھی کچھ حصہ ہم وہاں ٹھہرے ہیں، شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجیے"۔ ارشاد ہوگا: "**تھوڑی ہی دیر ٹھہرے ہونا**۔ کاش تم نے یہ اُس وقت جانا ہوتا" (المومنون :114-113)۔ تب اسے احساس ہوگا کہ زمین پر فانی زندگی کسی امتحانی مرکز میں گزرے وقت سے بھی کم ہے۔ نبیؐ نے زمین پر قیام کا موازنہ اس وقت سے بھی کم کیا ہے جو کوئی مسافر کسی درخت کے نیچے آرام کرنے میں صرف کرتا ہے۔ آہ رنجیدہ روح! انسان کو قیامت کے دن پوچھ گچھ کے بارے میں متنبہ کیا گیا تھا، لیکن اس نے اسے پریوں کی کہانی یا ذہنی اختراع سمجھا۔ اگرچہ قرآن نے ہمیں اس کے بارے میں متنبہ کیا تھا، اس کے باوجود انسان نے سبق نہیں لیا۔ اس دن کی پریشانی کی وجہ سے انسان اپنے کرتوتوں کو یاد کرنا شروع کردے گا۔ ہائے اللہ، یہ سوچ کر روح کانپ جاتی ہے۔ آہ! اس خوفناک دن، صرف اس کی رحمت ہی انسان کو اس کے بد اعمال کے انجام سے بچا سکتی ہے۔ قرآن نے ہمیں بتادیا تھا کہ اس دن اللہ کی یاد یا، دعا کا کوئی وزن نہیں ہوگا۔ قرآن نے ہمیں بتایا تھا کہ مجرم چاہے گا کہ اس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنی اولاد کو، اپنی بیوی کو، اپنے بھائی کو، اپنے قریب ترین خاندان کو جو اسے پناہ دینے والا تھا، اور روئے زمین کے سب لوگوں کو فدیہ میں دے دے اور یہ تدبیر اسے نجات دلا دے (معارج:14-11)۔ کیا وہ اس کی ملکیت ہیں کہ انہیں دے سکے؟ نہیں! وہ تو خود اللہ کی ملکیت ہے۔ آزمائش کی وجہ سے صرف اس کی روح اور اس کے اعمال اس کی ملکیت ہیں۔ قرآن نے ہمیں بتایا تھا کہ ہر ایک کو اس کے اپنے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، اور قرآن میں کہا گیا ہے، اُس روز انسان کو اس کا سب اگلا پچھلا کیا کرایا بتادیا جائے گا۔ بلکہ انسان خود ہی اپنے آپ کو خوب جانتا ہے، **چاہے وہ کتنی ہی معذرتیں پیش کرے** (القیامہ:15-13)۔ اور اللہ تعالیٰ نے بتایا۔ اے نبیؐ، لوگوں کو خبردار کردو کہ تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے، اُسے خواہ تم چھپاؤ یا ظاہر کرو، اللہ بہرحال اُسے جانتا ہے، زمین و آسمان کی کوئی چیز اُس کے علم سے باہر نہیں ہے اور اس کا اقتدار ہر چیز پر حاوی ہے۔ وہ دن آنے والا ہے جب ہر نفس اپنے کیے کا پھل حاضر پائے گا، خواہ اُس نے بھلائی کی ہو یا بُرائی۔ اس روز آدمی یہ تمنا کرے گا کہ کاش ابھی یہ دن اُس سے بہت دور ہوتا! اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور وہ اپنے بندوں کا نہایت خیر خواہ ہے (آل عمران :30-29)۔ آہ، انسان نے اللہ کی رحمت کا غلط استعمال کیا، اور آج اس کا کوئی بہانہ کام نہ آئے گا، اور نہ ہی اللہ سبحانہ و تعالیٰ دوسروں کو اس کے کیے کی سزا دے گا۔ قرآن نے ہمیں بتایا تھا کہ ہر ایک اپنا بوجھ خود اٹھائے گا، اور کوئی دوسرا نہیں اٹھائے گا، پھر بھی

انسان نے انتباہ کو نظرانداز کر دیا،اوراس نے توبہ کا موقع گنوادیا۔اوسط فانی زندگی محض چھ یاسات دہائیوں کی ہے،جب کہ یوم جزاکے انتظار میں پچاس ہزار سال خوف واضطراب میں گزریں گے۔نبیؐ کی شفاعت کے بعد،یومِ حساب شروع ہوگا۔

قیامت کے دن کی مدت کتنی ہوگی؟

قیامت کے دن کی اصل مدت کو کوئی نہیں جانتا ہے۔تاہم، ہمارے پاس دستیاب قابل اعتماد اعداد و شمار سے ہم مدت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔قیامت کا دن کائنات کی مکمل تباہی کا سبب بنے گا۔کائنات میں 200 ارب سے زیادہ کہکشائیں ہیں،اور ہر کہکشاں میں 200ارب سے زیادہ ستارے ہیں۔اس طرح،کائنات کی جسامت کے ساتھ ساتھ احادیث سے بھی،ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن کو ختم ہونے میں کافی وقت لگے گا۔

یوم الحساب

اس دن ہر شخص کو بغیر کسی استثنا کے زندہ کیا جائے گا۔چاہے کسی جسم کو جلایا ہو،جانوروں نے کھایا ہو یا ڈوبا ہو۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ارے،آج تو یہ اپنے آپ کو (اور ایک دوسرے کو) حوالے کیے دے رہے ہیں!"(صافات:26)۔اور پھر ہمیں بتایا گیا ہے کہ :اُس وقت یہی انسان کہے گا:"کہاں بھاگ کر جاؤں؟ "ہر گز نہیں! وہاں کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔اُس روز تیرے ربّ ہی کے سامنے جا کر ٹھیرنا ہوگا۔اُس روز انسان کو اس کا سب اگلا پچھلا کیا کرایا بتادیا جائے گا(القیامہ:13-10)۔بس ایک ہی جھڑکی ہوگی اور یکایک یہ اپنی آنکھوں سے (وہ سب کچھ جس کی خبر دی جارہی ہے) دیکھ رہے ہوں گے۔اُس وقت یہ کہیں گے ہائے ہماری کم بختی، یہ تو یوم الجزا ہے۔یہ وہی فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔(حکم ہوگا)"گھیر لاؤ سب ظالموں اور ان کے ساتھیوں اور اُن معبودوں کو جن کی وہ خدا کو چھوڑ کر بندگی کیا کرتے تھے،پھر ان سب کو جہنم کا راستہ دکھاؤ(صافات:23-19)۔مزید اللہ تعالیٰ کہتا ہے: وہ دن ہوگا،جب تم لوگ پیش کیے جاؤ گے تمہارا کوئی راز بھی چھپا نہ رہ جائے گا۔اُس وقت جس کا نامۂ اعمال اُس کے سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا"لو دیکھو،پڑھو میرا نامۂ اعمال۔میں سمجھتا تھا کہ مجھے ضرور اپنا حساب ملنے والا ہے۔"پس وہ دل پسند عیش میں ہوگا،عالی مقام جنت میں،جس کے پھلوں کے گچھے جھکے پڑ رہے ہوں گے۔(ایسے لوگوں سے کہا جائے گا) مزے سے کھاؤ اور پیو اپنے اُن اعمال کے بدلے جو تم نے گزرے ہوئے دنوں

میں کیے ہیں(حاقہ:24-18)۔یوم قیامت کی ایک مدھم سی تصویر کشی کرنے کے لئے، میں اپنی کتاب "نماز" کے باب "میرا خواب" سے کچھ حصہ نقل کر رہا ہوں۔ جب انسان دوبارہ زندہ ہو گا تو اپنے پچھلے سارے اعمال یاد کرنا شروع کر دے گا۔ اس دن کی پریشانی اور وحشت کی وجہ سے، انسان اپنے ربّ اور محشر کے دن کے مالک، اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے کی گئی اپنی تمام نافرمانیوں کو یاد کرے گا۔ ہائے اللہ، سوچ سے ہی روح کانپ جاتی ہے۔ اے اللہ، کوئی امید نہیں ہے، صرف آپ کی رحمت ہے جو ہمیں اس خوفناک دن، ہمارے اعمال کے انجام سے بچا سکتی ہے۔ آہ، امتحان کا وقت بہت پہلے گزر چکا ہے، آج تو نتیجہ کا دن ہے۔ قرآن نے ہمیں بتا دیا تھا کہ اس دن اللہ کی یاد اور دعا کا کوئی وزن نہیں ہو گا۔ قرآن نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ اس دن، ہر آدمی جزا کے دن کی ہولناکی سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے سب کو (اپنی اولاد، اپنے کنبہ، اپنے دوستوں اور حتیٰ کہ تمام انسانوں کو) معاوضہ میں دینے پر تیار ہو جائے گا۔ آہ، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں بتا دیا تھا، ہر ایک کو اس کے اپنے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، اور قرآن میں کہا، چاہے وہ کتنی ہی معذرتیں پیش کرے (ہائے اللہ) (القیامہ:15)۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اے نبیؐ، لوگوں کو خبردار کر دو کہ تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے، اُسے خواہ تم چھپاؤ یا ظاہر کرو، اللہ بہر حال اُسے جانتا ہے(آل عمران:29)۔ آہ، ہم نے اس کی رحمت کا ناجائز استعمال کیا، اور آج ہمارا کوئی بہانہ کام نہیں آئے گا، اور نہ ہی وہ دوسروں کو ہمارے گناہوں کی سزا دے گا۔ قرآن نے ہمیں بتا دیا تھا کہ ہر شخص اپنا بوجھ خود اٹھائے گا، اور کوئی دوسرا اسے نہیں اٹھائے گا۔ ہائے افسوس، اس کے باوجود انسان نے انتباہ کو نظر انداز کر دیا، اور اللہ کی رحمت کو پکارنے کا موقع گنوا دیا۔

ہائے ربّا، بے صبرے لوگ نبیؐ کے پاس شفاعت کے لئے جائیں گے، تاکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ عدالتی عمل کا آغاز کریں۔ یہ احساس کئے بغیر کہ انسانوں کی 99.9٪ آبادی جہنم کے باسی ہوں گے۔ نبیؐ کی شفاعت سے یوم الجزا/الحساب شروع ہو جائے گا۔ تمام توحید پرست مومنوں کے لئے ترازو نصب کر دیئے جائیں گے۔ اگرچہ سب ننگے اور بے ختنہ ہونے کے باوجود اتنے گھبرائے ہوئے ہونگے کہ کوئی ایک دوسرے کی طرف نہیں دیکھے گا، اور اگر یہ فانی زندگی ہوتی تو ہم سب خوف سے مر جاتے۔ کچھ ایسی جگہیں ہوں گی جہاں ترازو نصب نہیں کیے جائیں گے، وہاں موجود تمام لوگوں کے چہرے گہرے سرخی مائل سیاہ رنگ کے ہوں گے۔ قرآن اس کو یوں بیان کرتا ہے: آج جن لوگوں نے خدا پر جھوٹ باندھے ہیں قیامت کے روز تم دیکھو گے کہ ان کے منہ کالے ہوں گے۔ کیا جہنمّ میں متکبروں کے لیے کافی جگہ نہیں ہے (الزمر

:60)؟ وہاں کچھ لوگ اندھے ہوں گے، کچھ بغیر بازوں کے، کچھ پیروں کے بغیر اور کچھ سر کے بل چل رہے ہوں گے۔ نبیؐ نے ہمیں بتایا تھا کہ قیامت کے دن کچھ لوگ اپنے سروں کے بل چل رہے ہوں گے۔ صحابہ نے پوچھا، وہ سر کے بل کیسے چلیں گے؟ آپؐ نے فرمایا، جس نے ان کو پیروں پر چلنے والا بنایا، وہی ان کو سر کے بل چلائے گا۔ قرآن نے ہمیں بتایا کہ نابیناالله سے پوچھیں گے، اے الله، ہم دنیا میں دیکھ سکتے ہیں، تو نے ہمیں اندھا کیوں اٹھایا؟ الله انہیں کہے گا، تم نے مجھے دنیا میں بھلا دیا، اور آج میں تمہیں فراموش کر چکا ہوں، دوزخ کے دائمی باسی بن جاؤ۔ قرآن نے ہمیں بتایا تھا کہ قیامت کے دن منافقین، مشرکوں اور کافروں کے اعمال بے وزن ہوں گے۔ لہٰذا، ان کے اعمال کا وزن نہیں کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے"۔ اے الله ہم آپ سے پناہ مانگتے ہیں کہ ہم جان بوجھ کر آپ کے ساتھ شریک ٹھہرائیں، اور اس شرک کے لئے ہم آپ سے معافی چاہتے ہیں جس کا ارتکاب ہم نے نادانستہ طور پر کیا، یا اس سے بے خبر تھے"۔ ان سے دریافت کیا جائے گا، "الله کے وہ شریک کہاں ہیں جن کو تم پکارتے تھے"؟ وہ کہیں نظر نہیں آئیں گے، کیونکہ نبیؐ نے ہمیں بتایا تھا کہ یہاں کوئی بھی شفاعت نہیں کر سکتا، یہاں تک کہ خود نبیؐ بھی نہیں۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ عذاب دیکھ کر، وہ الله کی قسم کھائیں گے کہ انہوں نے الله کے سوا کسی اور کو کبھی نہیں پکارا۔ اس دن ان کی کھالیں، ان کے ہاتھ، پیر، ان کے گوشت اور ہڈیاں ان کے خلاف گواہی دیں گی۔ قرآن نے ہمیں کہا: وہ اس دن کو بھول نہ جائیں جب ان کی اپنی زبانیں اور ان کے اپنے ہاتھ پاؤں ان کے کرتوتوں کی گواہی دیں گے۔ اس دن الله وہ بدلہ انہیں بھرپور دے دے گا جس کے وہ مستحق ہیں اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ الله ہی حق ہے سچ کو سچ کر دکھانے والا (النور:25-24)۔ قرآن نے بتایا ہے کہ: وہ اپنے جسم کی کھالوں سے کہیں گے "تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی"؟ وہ جواب دیں گی "ہمیں اُسی خدا نے گویائی دی ہے جس نے ہر چیز کو گویا کر دیا ہے"۔ اُسی نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور اب اُسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو۔ تم دنیا میں جرائم کرتے وقت جب چھپتے تھے تو تمہیں یہ خیال نہ تھا کہ کبھی تمہارے اپنے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے جسم کی کھالیں تم پر گواہی دیں گی۔ بلکہ تم نے تو یہ سمجھا تھا کہ تمہارے بہت سے اعمال کی الله کو بھی خبر نہیں ہے۔ تمہارا یہی گمان جو تم نے اپنے ربّ کے ساتھ کیا تھا، تمہیں لے ڈوبا اور اسی کی بدولت تم خسارے میں پڑ گئے۔ اِس حالت میں وہ صبر کریں (یا نہ کریں) آگ ہی ان کا ٹھکانا ہوگی اور اگر رجوع کا موقع چاہیں گے تو کوئی موقع انہیں نہ دیا جائے گا (حم السجدہ :24-21)۔ آہ، فرشتے کثیر تعداد کو گھاٹی تک لے

جائیں گے اور انہیں جہنم کی آگ میں پھینک دیں گے۔ جب بھی کسی کو جہنم کی آگ میں پھینکا جاتا ہے، تو وہ خوفناک وحشت کے ساتھ گرجتی ہے، گویا وہ سب کو نگل لے گی۔ یااللہ رحم کرنا! قرآن نے ہمیں بتایا تھا: جب وہ اُس میں پھینکے جائیں گے تو اس کے دہاڑنے کی ہولناک آواز سنیں گے اور وہ جوش کھارہی ہوگی(ملک :7)۔ محشر کے میدان میں چھپنے کی جگہ نہیں ہوگی۔ جب نام پکارا جائے گا، آدمی کی خواہش ہوگی کہ وہ نظر نہ آئے، اس کا وجود نہ ہوتا یا اسے یکسر نظرانداز کر دیا جائے۔ آہ، قرآن نے ہمیں بتایا تھا، کسی کو بھی نظرانداز نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی وہ جزا سے بچ سکے گا۔ اس دن انسان شرمندہ اور پچھتاوا کے ساتھ ہجوم میں لڑکھڑا کے چلے گا، خواہش کرے گا کہ زمین اس کو نگل لے، وہ چاہے گا، کاش اس نے اپنے ربّ کی نافرمانی نہ کی ہوتی۔ ہائے بدبختی، اللہ کے پاس تمام اعمال کا ریکارڈ ہے، اور اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ نے ہمیں بتایا ہے کہ: (اور ہمارے اس براہِ راست علم کے علاوہ) دو کاتب ہمارے دائیں اور بائیں بیٹھے ہر چیز ثبت کر رہے ہیں۔ کوئی لفظ ہماری زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لیے ایک حاضر باش نگران موجود نہ ہو۔ پھر دیکھو، وہ موت کی جان کنی حق لے کر آ پہنچی، یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا(ق:19-17)۔ قیامت کے روز ہم ٹھیک ٹھیک تولنے والے ترازو رکھ دیں گے، پھر کسی شخص پر ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا(ہائے اللہ! صحیح ترازو/تول کے ساتھ انسان برباد ہو جائے گا، صرف جس کو اللہ کی رحمت گھیر لے گی وہی بچے گا، اے اللہ ہمیں بھی اپنی رحمت میں لے لے)۔ جس کا رائی کے دانے برابر بھی کچھ کیا دھرا ہوگا وہ ہم سامنے لے آئیں گے۔ اور حساب لگانے کے لیے ہم کافی ہیں(الانبیاء :47)۔ ہائے ہم پر افسوس، نبیؐ نے ہمیں بتایا تھا کہ سب سے پہلے جس چیز کا ہم سے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔ دُنیاوی زندگی کی وہ نمازیں جو چھوٹ گئیں تھیں اور جن کے لیے توبہ نہ کی گئی۔ روزہ صرف صبح سے شام تک بھوکا رہنے کا نام نہیں، بلکہ اس کا مقصد بھوکے لوگوں کے لیے ہمارے اندر ہمدردی کے جذبات پیدا کرنا تھا، تاکہ ہم ان کی زیادہ سے زیادہ دیکھ بھال کریں، افسوس ہم میں ہمدردی پیدا نہ ہوئی۔ آہ، جبرائیلؑ نے نبیؐ سے فرمایا، **"اس دنیا میں جس طرح چاہو جیو، آخرت میں تمہیں اسی کے مطابق بدلہ دیا جائے گا"**۔ ہائے ہماری بدنصیبی، قرآن نے ہمیں بتایا تھا کہ اللہ کے سوا نہ کوئی چھپنے کی جگہ ہوگی، اور نہ ہی کوئی جائے پناہ۔ اے اللہ، ہم تیرے غصے سے تیری رضا میں پناہ مانگتے ہیں، ہم تیرے عذاب سے تیری مغفرت اور رحمت میں پناہ مانگتے ہیں، اے اللہ ہم تجھ سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔ آہ یہ ہمارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے، ہم اپنے سوا کسی کو موردالزام نہیں ٹھہرا سکتے۔

جب احتساب شروع ہوگا تو، التجا کرنے کے لئے کچھ نہیں ہوگا۔ ایک حدیث میں نبیؐ نے فرمایا ہے کہ کوئی بھی جنت میں داخل نہیں ہوگا سوائے اللہ کی رحمت کے، اس میں آپؐ بھی شامل ہیں۔ انسانیت کی امید اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت پر منحصر ہے۔ غلط کام کرنے والوں کو جہنم کی آگ کے شعلوں کی طرف گھسیٹا جائے گا۔ قرآن نے ہمیں بتایا تھا: جب صور پھونک دیا جائے گا، ان کے درمیان پھر کوئی رشتہ باقی نہ رہے گا اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے (ہائے اللہ!!) (المومنون:101)۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نبیؐ، میرے جو بندے ایمان لائے ہیں اُن سے کہہ دو کہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے کھلے اور چھپے (راہ خیر میں) خرچ کریں قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوست نوازی ہو سکے گی (ابراہیم:31) (ہائے ہماری بد قسمتی، ہائے اس دن کے مصائب)۔ مایوسی کے عالم میں، ہر شخص فریاد کرے گا اے اللہ، مجھے بچالے، اے اللہ، مجھے بچالے، یہاں تک کہ نبی بھی فریاد کریں گے، "اے اللہ ہمیں بچالے، اے اللہ ہمیں بچالے"؛ اے اللہ، رحم فرما!! نبیؐ نے اپنی پیاری اہلیہ عائشہ سے کہا کہ تین جگہیں ایسی ہیں جہاں کوئی شفاعت نہیں کر سکتا، اور ان میں سے ایک جزا کا دن ہے۔ آہ، قرآن نے ہمیں بتادیا تھا کہ اس خوفناک دن، کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ اور اگر کوئی لدا ہوا نفس اپنا بوجھ اُٹھانے کے لیے پکارے گا تو اس کے بار کا ایک ادنٰی حصہ بھی بٹانے کے لیے کوئی نہ آئے گا چاہے وہ قریب ترین رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ (اے نبیؐ) تم صرف انہی لوگوں کو متنبہ کر سکتے ہو جو بے دیکھے اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔ جو شخص بھی پاکیزگی اختیار کرتا ہے اپنی ہی بھلائی کے لیے کرتا ہے۔ اور پلٹنا سب کو اللہ ہی کی طرف ہے (فاطر:18)۔ ہائے افسوس، آج کے دن، نہ تو والدین، نہ بہن بھائی، نہ ہی بچے، اور نہ ہی کوئی اور مدد کر سکتا ہے اور نہ ہی گناہوں کے بار کو بانٹ سکتا ہے۔ اور نہ ہی کسی کو اپنی ایک نیکی دے گا۔ جہنم کی آگ قریب لائی جائے گی، اور اس کی حرارت تیزی سے بڑھے گی اور ناقابل برداشت ہو جائے گی۔ نبیؐ نے ارشاد فرمایا، "وہ میل کچیل سے کتنا پاک ہوگا جو دن میں پانچ بار ندی میں نہاتا ہے، اسی طرح، جو روزانہ پانچ وقت نماز پڑھتا ہے، وہ اسے سارے گناہوں سے پاک کردے گی" (یعنی دل میں اللہ کا ڈر ڈال کر)۔ آج صرف ایک ہی چیز اللہ کے سامنے ہماری شفاعت کر سکتی ہے اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچ سکتی ہے، وہ ہمارے نیک اعمال ہیں، ورنہ ہم جہنم کے گھڑے میں ہوں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جنت الفردوس

"جنت میں ہوں گی چمکتی ہوئی روشنیاں، خوشبودار پودے، بلند محلات، بہتے دریا، پکے پھل، خوبصورت شریک حیات، کثیر لباس، اور خوشیوں سے بھرا ابدی ٹھکانہ "(ابن ماجہ)۔ اس کی عمارتیں بنیں ہیں: "سونے چاندی کی اینٹوں، اور خوش بودار کستوری کے پلستر، موتی اور نیلم کی کنکریوں، اور زعفران کی مٹی سے"۔ جو بھی اس میں داخل ہو گا، اس کی خوشی کی انتہا نہ ہو گی، اور پھر کبھی دکھی نہ ہو گا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہے گا اور کبھی نہیں مرے گا۔ اس کے کپڑے کبھی خراب نہ ہوں گے اور اس کی جوانی کبھی ختم نہ ہو گی (احمد، ترمذی)۔ مختصراً: جنت کی حقیقت کو اس میں داخل ہوئے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اس کی ہمیں ایک جھلک دکھائی ہے۔ پھر جیسا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان اُن کے اعمال کی جزاء میں اُن کے لیے چھپا رکھا گیا ہے اس کی کسی متنفس کو خبر نہیں ہے(السجدہ:17)۔ وہاں جدھر بھی تم نگاہ ڈالو گے نعمتیں ہی نعمتیں اور ایک بڑی سلطنت کا سروسامان تمہیں نظر آئے گا(الدھر:20)۔ نبیؐ نے فرمایا: **"اللہ تعالیٰ نے جو تم کو بتایا ہے اس پر اکتفا نہ کرو۔ جو کچھ اس نے نہیں بتایا وہ کہیں بڑھ کر ہے"**(مسلم)۔ جنت کی لذتیں بغیر کسی مشقت کے ملیں گی، لوگ اس میں حقیقی خوشی اور مسرت سے زندگی بسر کریں گے۔ غم، تکلیف اور دکھ کے تمام اسباب جو لوگ اس زندگی میں دیکھتے ہیں وہ جنت میں ناپید ہوں گے۔

جو لوگ اللہ کے وجود پر یقین رکھتے ہیں، جو اسے ہر چیز سے زیادہ محبت کرتے ہیں، ان کے لئے جنت ایک ایسا گھر ہے جو ان کے دلوں کو سرور دیتا ہے، اور ایسی امید پیدا کرتا ہے جس کی وجہ سے ربّ کے احکامات پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ وہ اس امید پر کہ جنت میں ان کا ایک گھر ہو گا، وہ دنیا کی تمام مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں۔ یہ ان کے دکھوں کو خوشی میں، تنگی کو وسعت کے احساس میں بدل دیتا ہے۔ ابدی جنت میں داخل ہونے کی امید، انہیں بوجھ، تناؤ، افسردگی اور غربت کی تنگی سے آزاد کرتی ہے۔ جنت میں پسینہ نہیں آئے گا، بدبو نہیں ہو گی، کسی کو نہانا نہیں پڑے گا، کوئی بوڑھا نہیں ہو گا، کوئی تھکاوٹ نہیں ہو گی، کوئی بری بات نہیں کہے گا، وہاں کسی کو کام نہیں کرنا پڑے گا، وہاں ہر چیز اس کے رہائشیوں کے لئے مفت ہو گی۔ جو کچھ بھی کوئی تصور کرے یا چاہے گا وہ اس کی ہو گی۔ وہاں ہر طرف ایک دوسرے کے لیے سلامتی کی دعائیں ہوں گی۔ ان کے چہرے مسرت سے چمک رہے ہوں گے، چودھویں

کے چاند کی طرح، خوش اور مطمئن نظر آئیں گے۔ پاسبان کہیں گے، "سلامتی ہو، مبارک ہو تم نے اچھے کام کیے، لہٰذا، ابدی نعمت میں داخل ہو جاؤ"۔ وہ اس میں دیکھیں گے جو آنکھ نے کبھی دیکھا نہ ہوگا، کانوں نے کبھی سنا نہ ہوگا، نہ ہی سوچ میں کبھی آیا ہوگا۔ اس کی مٹی اور ریت میں کستوری اور زعفران کی آمیزش ہوگی۔ اس کے پتھر اور کنکر ہیرے، زمرد اور جواہرات کے ہوں گے۔ نبیؐ نے فرمایا: جنت میں کچھ ایسے شامیانے ہیں جنہیں اللہ نے جنتیوں کے لئے تیار کیا ہے جو ایک کھوکھلے موتی سے بنے ہوں گے، جو آسمان میں ساٹھ میل تک پھیلے ہوں گے۔ پرہیز گار لوگوں کے لیے جس جنّت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کی شان تو یہ ہے کہ اس میں نہریں بہہ رہی ہوں گی نتھرے ہوئے پانی کی، نہریں بہہ رہی ہوں گی ایسے دُودھ کی جس کے مزے میں ذرا فرق نہ آیا ہوگا، نہریں بہہ رہی ہوں گی ایسی شراب کی جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی، نہریں بہہ رہی ہوں گی صاف شفاف شہد کی۔ اُس میں اُن کے لیے ہر طرح کے پھل ہوں گے اور اُن کے ربّ کی طرف سے بخشش۔ (کیا وہ شخص جس کے حصّہ میں یہ جنّت آنے والی ہے) اُن لوگوں کی طرح ہو سکتا ہے جو جہنّم میں ہمیشہ رہیں گے اور جنہیں ایسا کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتیں تک کاٹ دے گا (محمد:15)؟ نبیؐ نے فرمایا جنت میں کوئی ایسا درخت نہیں جس کے تنے سونے سے نہ بنیں ہوں، جو سردی گرمی میں یکساں پھل مہیا نہ کرتے ہوں۔ وہ جنت کے لباس بھی تیار کرتے ہیں۔ عبد اللہ ابن عباسؓ کہتے ہیں: اگر کسی کو کسی پھل کی خواہش ہوگی جسے وہ اپنے اوپر دیکھتا ہے، تو وہ شاخ خود بخود نیچے ہو کر اس کی چارپائی تک پہنچ جائے گی تاکہ چن کر کھالے۔ جنت کے مینو میں ہر طرح کے پھل اور گوشت شامل ہیں۔ اعلان کیا جائے گا: اپنی مرضی کے مطابق کھاؤ اور پیو، اس نیکی کے بدلے جو تم کرتے تھے۔ جنت میں کوئی غلط فہمی، کوئی بغض، کوئی حسد، کوئی غصہ، کوئی نفرت، کوئی بے ہودہ گپ شپ، کوئی غیبت نہ ہوگی، جنت میں داخل ہونے سے پہلے جنتیوں کو ان سے پاک کر دیا جائے گا۔ عائشہؓ نے کہا کہ جن خواتین نے اللہ کی راہ میں کام کیا وہ جنت میں حور العین سے کہیں گی، ہم وہ عورتیں ہیں جنہوں نے نماز پڑھی، تم نے کبھی نماز نہیں پڑھی، ہم ایسی عورتیں ہیں جنہوں نے اللہ کے واسطے روزے رکھے اور تم نے کبھی روزہ نہیں رکھا، ہم نے اللہ کی خاطر صدقہ کیا، تم نے کبھی صدقہ نہیں کیا، ہم نے نماز سے پہلے وضو کیا، تم نے کبھی وضو نہیں کیا، لہٰذا ہمارے دلائل ان سے زیادہ مضبوط ہوں گے۔

جنت میں دولت: اللہ نے جنت کے باسیوں سے وعدہ کیا ہے کہ ان کو وہ سب کچھ ملے گا جس کا وہ تصور کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ایک جھلک پیش کرتے ہوئے کہتا ہے: اُن کے آگے سونے کے تھال اور ساغر

گردش کرائے جائیں گے اور ہر من بھاتی اور نگاہوں کو لذت دینے والی چیزیں وہاں موجود ہوں گی ان سے کہا جائے گا؟۔"تم اب یہاں ہمیشہ رہو گے" (الزخرف:71)۔

بیماری اور موت: جنت میں، کبھی کوئی بیمار نہیں ہو گا اور نہ ہی دکھ برداشت کرے گا۔ نبیؐ نے اہل جنت کے بارے میں فرمایا: "وہ کبھی بیمار نہیں ہوں گے، نہ ناک بہے گا نہ تھوکیں گے" (بخاری)۔ وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے اور جنت کی لذتوں کا لطف اٹھائیں گے۔ نبیؐ نے فرمایا کہ جب لوگ اس میں داخل ہوں گے، ایک پکارنے والا پکارے گا "تم ہمیشہ صحتمند رہو گے اور کبھی بیمار نہ ہو گے، تم ہمیشہ زندہ رہو گے اور کبھی موت نہ آئے گی، تم ہمیشہ جوان رہو گے اور کبھی بوڑھے نہیں ہو گے، تم ہمیشہ خوش رہو گے، اور کبھی اداس نہ ہو گے (مسلم)۔ سبحان اللہ۔

ایک خاص تحفہ: جنت میں رہائش سے لطف اندوز ہوتے ہوئے، ایک پکارنے والا پکارے گا، تمہارا ربّ تم سے ملاقات کرنے کی خواہش کرتا ہے، لہٰذا، اپنے پروردگار کی مجلس کی جگہ پہنچو، ان کے لئے مجلس میں پہنچنے کے لیے سواریاں مہیا کی جائیں گی۔ وہ ایک وسیع و عریض وادی میں پہنچیں گے، اللہ کا تخت وہاں رکھا ہوا ہو گا۔ وہاں کچھ روشنی کے اسٹیج پر بیٹھیں گے، کچھ موتیوں پر، کچھ زیورات پر، کچھ سونے یا چاندی پر، سب سے کم درجہ والے کستوری کے کشن پر بیٹھیں گے۔ پکارنے والا پکارے گا، اے اہل جنت، اللہ کا ایک وعدہ ابھی باقی ہے، اور اللہ وہ وعدہ پورا کرنا چاہتا ہے۔ وہ ایک دوسرے کی طرف حیرت سے دیکھیں گے، یہ کون سا وعدہ ہے؟ اللہ نے تو اپنے تمام وعدے پورے کر دیئے ہیں۔ اللہ جنتیوں سے پوچھے گا" انہیں کچھ اور چاہیئے"؟ وہ جواب دیں گے کہ آپ نے جو وعدہ کیا تھا وہ آپ نے پورا کر دیا۔ اللہ پھر پوچھے گا "انہیں کچھ اور چاہئے"۔ انہیں احساس ہو گا کہ اللہ انہیں کچھ خاص دینا چاہتا ہے، وہ کہیں گے "ہاں اللہ"۔ ان کے اوپر ایک روشنی آئے گی، جس سے پوری جنت منور ہو جائے گی۔ وہ جب سر اٹھائیں گے، اللہ ان پر سلام بھیجے گا، وہ جواب دیں گے:" اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذالجلال والاكرام، اے اللہ! تو سلام ہے، اور تجھ سے ہی تمام کی سلامتی ہے، تیری ذات بڑی بابرکت ہے، اے بزرگی اور عزت والے"۔ اہل جنت کہیں گے اے ربّ ہم تجھ سے راضی ہیں، تو ہم سے راضی ہو جا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرمائے گا، اگر میں راضی نہ ہوتا تو میں تمہیں جنت میں داخل نہ کرتا، لہٰذا تم کچھ اور مانگو، آج زیادہ دینے کا دن ہے۔ سب مل کر کہیں گے۔ "اے ربّ، ہمیں اپنا چہرہ دکھا ہم آپ کا چہرہ دیکھنا چاہتے

ہیں"۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ حجاب کو ہٹنے کا حکم دیں گے۔ان کے اوپر ایسی روشنی نکلے گی جو جنت کے مناظر کو ماند کردے گی۔اے آنکھو! دیکھو، یہ اللہ ہے،سب سے بڑا،سب پر غالب،اس نے اپنے اور اپنے بندوں کے مابین پردہ ہٹادیا ہے،وہ اپنی آنکھوں سے خالق کی خوبصورتی کا نظارہ کریں گے،اس وقت جنت کی تمام خوبصورتی ماند پڑ جائے گی(یہ ہے جنت کا سب سے اعلیٰ انعام)۔سبحان اللہ!

سماجی رشتے: وہاں وہ صرف اچھی گفتگو اور امن کے باتیں سنیں گے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہاں وہ کوئی بیہودہ کلام یا گناہ کی بات نہ سنیں گے۔جو بات بھی ہو گی ٹھیک ٹھیک ہو گی (الواقعہ:26-25)۔لوگوں کے درمیان نہ کوئی دشمنی ہوگی اور نہ ہی بد گمانی۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف جو کچھ کدورت ہو گی اسے ہم نکال دیں گے۔ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی،اور وہ کہیں گے کہ "تعریف اللہ ہی کے لیے جس نے ہمیں یہ راستہ دکھایا،ہم خود راہ نہ پا سکتے تھے اگر اللہ ہماری رہنمائی نہ کرتا،ہمارے ربّ کے بھیجے ہوئے رسول واقعی حق ہی لے کر آئے تھے۔"اُس وقت نِدا آئے گی کہ "یہ جنت جس کے تم وارث بنائے گئے ہو تمہیں ان اعمال کے بدلے میں ملی ہے جو تم کرتے رہے تھے"(الاعراف:43)۔نبیؐ نے فرمایا: "ان میں آپس میں کوئی نفرت یا ناراضگی نہیں ہو گی،ان کے دل آپس میں جڑے ہوئے ہوں گے،اور وہ صبح وشام اللہ کی تسبیح کریں گے"(بخاری)۔ ان کے ساتھ جنت میں سب سے اچھے ساتھی ہوں گے(دنیا کے بہترین لوگ تھے)۔قرآن کہتا ہے اُن کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی، اور وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے (البقرہ:25)۔اہل جنت کے دل صاف ہوں گے،آپس میں وہ سلجھی ہوئی بات کریں گے،اعمالِ صالح پر کاربند ہوں گے۔

آخرت کی ابدیت: دنیا کی خوشیاں عارضی ہیں،جب کہ آخرت کی خوشیاں ابدی ہیں۔جنت میں کسی کو بوریت محسوس نہیں ہو گی،بلکہ اس کی خوشی ہر بار مشغول ہونے پر بڑھے گی۔دنیا کا سرمایۂ زندگی تھوڑا ہے،اور آخرت ایک خدا ترس انسان کے لیے زیادہ بہتر ہے،اور تم پر ظلم ایک شمہ برابر بھی نہ کیا جائے گا(النساء:77)۔جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ خرچ ہو جانے والا ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہی باقی رہنے والا ہے،اور ہم ضرور صبر سے کام لینے والوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق دیں گے(النحل:96)۔(ان سے کہا جائے گا) یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں(ص:54)۔

اعلیٰ درجے کی نعمتیں: جنت کی نعمتیں،جیسے لباس،کھانا،پینا،زیورات اور محلات،اس عصری دنیا سے کہیں

زیادہ اعلیٰ وارفع ہوں گی۔ نبیؐ نے فرمایا: "جنت میں تم میں سے کسی کی کمان جتنی جگہ سورج جن پر طلوع ہوتا ہے، اس سے کہیں بہتر ہے" (مشکوٰۃ3/85، نمبر5615)۔

ہر طرح کی نجاست اور گندگی سے پاک: چمکتی ہوئی شراب، جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی۔ نہ اُن کے جسم کو اُس سے کوئی ضرر ہوگا اور نہ ان کی عقل اس سے خراب ہوگی (صافات:47-46)۔ جنت کا پانی کبھی نمکین نہیں ہوگا، اور نہ اس کا دودھ کبھی ذائقہ تبدیل کرے گا۔ قرآن کہتا ہے:...اس میں نہریں بہہ رہی ہوں گی نِھترے ہوئے پانی کی،۔ نہریں بہہ رہی ہوں گی ایسے دُودھ کی جس کے مزے میں ذرا فرق نہ آیا ہوگا، نہریں بہہ رہی ہوں گی ایسی شراب کی جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی۔ نہریں بہہ رہی ہوں گی صاف شفاف شہد کی۔ اُس میں اُن کے لیے ہر طرح کے پھل ہوں گے اور اُن کے ربّ کی طرف سے بخشش...(محمد:15)۔ نبیؐ نے ایک شخص کو جواب دیا جب اس نے پوچھا کہ جنتی اپنی حاجت سے کس طرح فراغت پائیں گے: "وہ کھالوں سے پسینے کے ذریعہ فراغت پائیں گے، اور اس کی خوشبو کستوری کی طرح ہوگی، اور تمام پیٹ دبلے ہوں گے" (ابن حبان)۔

ہم جنت میں داخل ہونا چاہتے ہیں، لیکن اس کے لئے جدوجہد کرنے کو تیار نہیں: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جنت میں داخل ہونے کو ایک اونچی چڑھائی کہا ہے، یہی وجہ ہے کہ زیادہ تر لوگ اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور اس عارضی دنیا کی شہوات اور خواہشات کے پیچھے بھاگتے ہیں (دوزخ کا دروازہ)۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں: مگر اس نے دشوار گزار گھاٹی سے گزرنے کی ہمت نہ کی۔ اور تم کیا جانو! کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کو غلامی سے چُھڑانا، یا فاقے (بھوک) کے دن کسی قریبی یتیم یا خاک نشین مسکین کو کھانا کھلانا۔ پھر (اس کے ساتھ یہ کہ) آدمی اُن لوگوں میں شامل ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر اور (خلقِ خدا پر) رحم کرنے کی تلقین کی (البلد:17-11)۔ اللہ ہماری رہنمائی فرمائے، ہمیں معاف فرمائے، ہمیں سیدھے راستے پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اور جنت الفردوس میں ہمیں، ہمارے والدین، عزیز و اقارب، دوست احباب کو ملائے۔ آمین!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعراف (بلندیوں) کے لوگ

ان دونوں گروہوں کے درمیان ایک اوٹ حائل ہوگی جس کی بلندیوں (اعراف) پر کچھ اور لوگ ہوں گے۔ یہ ہر ایک کو اس کے قیافہ سے پہچانیں گے اور جنت والوں سے پکار کر کہیں گے کہ ''سلامتی ہو تم پر۔ '' یہ لوگ جنت میں داخل تو نہیں ہوئے مگر اس کے امیدوار ہوں گے۔ اور جب اُن کی نگاہیں دوزخ والوں کی طرف پھریں گی تو کہیں گے، ''اے ربّ، ہمیں اِن ظالم لوگوں میں شامل نہ کیجیو۔'' پھر یہ اعراف کے لوگ دوزخ کی چند بڑی بڑی شخصیتوں کو اُن کی علامتوں سے پہچان کر پکاریں گے کہ ''دیکھ لیا تم نے، آج نہ تمہارے جتھے تمہارے کسی کام آئے اور نہ وہ ساز و سامان جن کو تم بڑی چیز سمجھتے تھے۔ (الاعراف:48-46)

جہنم

مسلمان اپنی ابدی زندگی جنت میں گزارنے کی امید کرتے ہیں، لیکن زیادہ تر کے اعمال کم پڑ جائیں گے۔ قرآن کہتا ہے جہنم کا گھر اُس کا ہے جس نے بخل کیا اور اپنے ربّ سے بے نیازی برتی اور بھلائی کو جھٹلایا (اللیل:9-8)، اور جنہوں نے ہوس اور خواہشات کی راہ کو اختیار کی، غرور کیا، حق کا انکار کیا، جو بدکار، کافر، مشرک اور منافق ہیں۔ قرآن کا ارشاد ہے: پھر ذرا خیال کرو اس وقت کا جب یہ لوگ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑ رہے ہوں گے۔ دنیا میں جو لوگ کمزور تھے وہ بڑے بننے والوں سے کہیں گے کہ "ہم تمہارے تابع تھے، اب کیا یہاں تم نارِ جہنمّ کی تکلیف کے کچھ حصے سے ہم کو بچالو گے۔ وہ بڑے بننے والے جواب دیں گے "ہم سب یہاں ایک حال میں ہیں اور اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا ہے" (المومن:48-47)۔ اور کیا یہ اہلِ جنت وہی لوگ نہیں ہیں جن کے متعلق تم قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ اِن کو تو خدا اپنی رحمت میں سے کچھ نہ دے گا؟ آج انہی سے کہا گیا کہ داخل ہو جاؤ جنت میں، تمہارے لیے نہ خوف ہے نہ رنج۔" اور دوزخ کے لوگ جنت والوں کو پکاریں گے کہ کچھ تھوڑا سا پانی ہم پر ڈال دو یا جو رزق اللہ نے تمہیں دیا ہے اسی میں سے کچھ پھینک دو۔ وہ جواب دیں گے کہ "اللہ نے یہ دونوں چیزیں اُن منکرینِ حق پر حرام کر دی ہیں۔ جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تفریح بنا لیا تھا اور جنہیں دنیا کی زندگی نے فریب میں

مبتلا کر رکھا تھا۔ اللہ فرماتا ہے کہ آج ہم بھی انہیں اسی طرح بھلا دیں گے جس طرح وہ اِس دن کی ملاقات کو بھولے رہے اور ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے" (الاعراف:51-49)۔

بھڑکتی ہوئی آگ: قرآن مجید اس دائمی عذاب کی شدت کے بارے میں متنبہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔۔۔ڈرو اُس آگ سے، جس کا ایندھن بنیں گے انسان اور پتھر، جو مہیا کی گئی ہے منکرینِ حق کے لیے (البقرہ:24)۔۔۔اور جو کوئی اُس سے منہ موڑ گیا، اور منہ موڑنے والوں کے لیے تو بس جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہی کافی ہے۔ جن لوگوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کر دیا ہے انہیں بالیقین ہم آگ میں جھونکیں گے اور جب اُن کے بدن کی کھال گل جائے گی تو اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے تا کہ وہ خوب عذاب کا مزا چکھیں، اللہ بڑی قدرت رکھتا ہے اور اپنے فیصلوں کو عمل میں لانے کی حکمت خوب جانتا ہے (النساء:56-55)۔ اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے اس کی جائے قرار گہری کھائی ہو گی۔ اور تمہیں کیا خبر کہ وہ کیا چیز ہے؟ بھڑکتی ہوئی آگ (القارعہ:11-8)۔

اللہ کی لعنت ہے ان پر: جن لوگوں نے اللہ کی ہدایت اور ڈرانے کی بات پر کان نہیں دھرے ان پر اس کا غضب ہوا۔ قرآن کا ارشاد ہے: جن لوگوں نے کفر کا رویہ اختیار کیا اور کفر کی حالت ہی میں جان دی، اُن پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ اسی لعنت زدگی کی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے، نہ اُن کی سزا میں تخفیف ہو گی اور نہ اُنہیں پھر کوئی دوسری مہلت دی جائے گی (البقرہ:162-161)۔ ایسے ہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ لعنت کر دے پھر تم اُس کا کوئی مددگار نہیں پاؤ گے (النساء:52)۔

ابلتا پانی: جہنم میں پینے کے لیے ابلتا ہوا پانی ملے گا۔ قرآن کا ارشاد ہے: یہ دو فریق ہیں جن کے درمیان اپنے ربّ کے معاملے میں جھگڑا ہے۔ ان میں سے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اُن کے لیے آگ کے لباس کاٹے جا چکے ہیں، اُن کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ جس سے اُن کی کھالیں ہی نہیں پیٹ کے اندر کے حصے تک گل جائیں گے، اور اُن کی خبر لینے کے لیے لوہے کے گرز ہوں گے (الحج:21-19)۔ پھر اس کے بعد آگے اس کے لیے جہنم ہے۔ وہاں اسے کچ لہو کا سا پانی پینے کو دیا جائے گا (النحل:16)۔ اُسی جہنمّ اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان وہ گردش کرتے رہیں گے (الرحمٰن:44)۔

زقوم کا درخت: جہنم کے باشندے زقوم کے درخت سے کھائیں گے۔ قرآن اس کی وضاحت کرتا ہے۔ بے شک زقوم کا درخت گناہ گاروں کا کھانا ہو گا۔ پیٹ میں وہ اِس طرح جوش کھائے گا۔ جیسے تیل کی تلچھٹ، جیسا کھولتا ہوا پانی جوش کھاتا ہے (الدخان:46-43)۔ بولو، یہ ضیافت اچھی ہے یا زقوم کا درخت؟ ہم

نے اُس درخت کو ظالموں کے لیے فتنہ بنادیا ہے۔ وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی تہہ سے نکلتا ہے۔ اُس کے شگوفے ایسے ہیں جیسے شیطانوں کے سر۔ جہنم کے لوگ اسے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے، پھر اس پر پینے کے لیے ان کو کھولتا ہوا پانی ملے گا(صافات:67-62)۔

کوئی دوسرا موقع نہیں: جب انہیں جہنم کی آگ میں گھسیٹا جائے گا تو، بہت سے لوگ اپنی زندگی میں کیے گئے فیصلوں پر پچھتائیں گے اور ایک اور موقع کی درخواست کریں گے۔ قرآن شرک کرنے والوں کے بارے میں بتاتا ہے کہ: وہ لوگ جو دنیا میں ان کی پیروی کرتے تھے، کہیں گے کہ "کاش! ہم کو پھر ایک موقع دیا جاتا تو جس طرح آج یہ ہم سے بے زاری ظاہر کر رہے ہیں، ہم ان سے بیزار ہو کر دکھا دیتے"۔ یوں اللہ ان لوگوں کے وہ اعمال، جو یہ دنیا میں کر رہے ہیں، ان کے سامنے اس طرح لائے گا کہ یہ حسرتوں اور پشیمانیوں کے ساتھ ہاتھ ملتے رہیں گے مگر آگ سے نکلنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے(البقرہ:167)۔ خوب جان لو کہ جن لوگوں نے کفر کا رویہ اختیار کیا ہے، اگر اُن کے قبضہ میں ساری زمین کی دولت ہو اور اتنی ہی اور اس کے ساتھ اور وہ چاہیں کہ اسے فدیہ میں دے کر روزِ قیامت کے عذاب سے بچ جائیں، تب بھی وہ ان سے قبول نہ کی جائے گی اور انہیں دردناک سزا مل کر رہے گی۔ وہ چاہیں گے کہ دوزخ کی آگ سے نکل بھاگیں مگر نہ نکل سکیں گے اور انہیں قائم رہنے والا عذاب دیا جائے گا(مائدہ:37-36)۔ جب قائدین اور پیروکاروں کے پاس الزام تراشی کے لیے کچھ نہ بچے گا تو وہ شیطان کو گھیر لیں گے اور اسے اپنی گمراہی کا ذمہ دار ٹھرائیں گے۔ جس کے جواب میں شیطان ایک خطبہ دے گا۔ قرآن میں اس کا تذکرہ آیا ہے تاکہ انسان اس دنیاوی زندگی میں اس سے مستفید ہو کر آخرت کی تیاری کرے۔: ایسا کرنا اللہ پر کچھ دشوار نہیں ہے۔ اور یہ لوگ جب اکٹھے اللہ کے سامنے بے نقاب ہوں گے تو اس وقت ان میں سے جو دنیا میں کمزور تھے وہ ان لوگوں سے جو بڑے بنے ہوئے تھے، کہیں گے "دنیا میں ہم تمہارے تابع تھے، اب کیا تم اللہ کے عذاب سے ہم کو بچانے کے لیے بھی کچھ کر سکتے ہو"؟ وہ جواب دیں گے "اگر اللہ نے ہمیں نجات کی کوئی راہ دکھائی ہوتی تو ہم ضرور تمہیں دکھا دیتے اب تو یکساں ہے، خواہ ہم جزع فزع کریں، یا صبر، بہر حال ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں"۔ اور جب فیصلہ چکا دیا جائے گا تو شیطان کہے گا، "حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے جو وعدے تم سے کیے تھے وہ سب سچے تھے اور میں نے جتنے وعدے کیے ان میں سے کوئی بھی پورا نہ کیا۔ میرا تم پر کوئی زور تو تھا نہیں، میں نے اس کے سوا کچھ نہیں کیا کہ اپنے راستے کی طرف تم کو دعوت دی اور تم نے میری دعوت پر لبیک کہا۔ اب مجھے ملامت نہ کرو، اپنے آپ ہی کو ملامت کرو۔ یہاں

نہ میں تمہاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری۔ اس سے پہلے جو تم نے مجھے خدائی میں شریک بنا رکھا تھا میں اس سے بری الذمہ ہوں، ایسے ظالموں کے لیے تو درد ناک سزا یقینی ہے"(ابراہیم:22-20)۔ بے شک سب کو درد ناک عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آہ! قرآن نے ہمیں متنبہ کیا تھا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے، ہم نے اسے نظر انداز کیا۔ یہ کس کی خطا ہے؟

قرآن کہتا ہے: اور جس کا نامۂ اعمال اُس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا "کاش میرا اعمال نامہ مجھے نہ دیا گیا ہوتا، اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے"۔ "کاش میری وہی موت (جو دنیا میں آئی تھی) فیصلہ کن ہوتی۔ آج میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔ میرا سارا اقتدار ختم ہو گیا"۔ (حکم ہو گا) " پکڑو اسے اور اِس کی گردن میں طوق ڈال دو، پھر اِسے جہنّم میں جھونک دو، پھر اِس کو ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو"(حاقہ:32-25)۔

جہنم کی زندگی: جہنم میں سکون نہیں، آرام نہیں، کوئی وقفہ نہیں، جہنم میں کپڑے آگ کے ہیں، زنجیریں آگ کی ہیں۔ کھانا زقوم ہے، پینے میں کھولتا پانی اور پیپ ہے۔ پھر بھی وہاں اندھیرا ہے، اذیت ناک درد نے کسی کو بات کرنے کے قابل نہیں چھوڑا، کوئی شکایت سننے والا نہیں، کوئی ساتھی نہیں، جہنم میں آگ کا بستر ہے۔ اے مغرور انسان، شیطان کا وعدہ جہنم میں پہنچاتا ہے۔ صد افسوس، وہ وعدہ پورا ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امت کو مشورہ

اے مسلمانو، اپنے ربّ کو پہچانو، اور اسے پہچاننے کا بہترین طریقہ قرآن اور حدیث کے ذریعہ سے ہے، اس کے علاوہ باقی تمام علوم ثانوی ہیں۔ اللہ زبردست اور حکمت والا ہے، وہ جو بھی حکم دیتا ہے وہ ہماری بھلائی کے لیے ہے۔ اور اگر ہم غور کریں تو، یہ امتحان پاس کرنے کا واحد راستہ ہے۔ اللہ والی ہے، جو اپنی تمام مخلوق سے پیار اور ان کی نگہداشت کرتا ہے۔ آزمائش کا بنیادی مقصد ربّ کو بن دیکھے پہچاننا اور اپنے دلوں میں اس کی محبت پیدا کرنا ہے، تاکہ وہ ہمیں سب سے زیادہ محبوب ہو، اور اس کے احکامات کی تعمیل کرنا ہے۔ اسی طرح نبیؐ ہمیں اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہونے چاہئیں، اور سیدھی راہ پر چلنے کے لئے آپؐ کی پیروی ضروری ہے۔ اے مسلمانو، اللہ کے حقوق (اس کے احکامات) سچی توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ اے مسلمانو، یاد رکھو ندامت میں نجات ہے، اور تکبر میں ناکامی۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(اے نبیؐ) کہہ دو کہ اے میرے بندو، جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ

ہو جاؤ، یقیناًاللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے وہ تو غفور، رحیم ہے۔ پلٹ آؤ اپنے ربّ کی طرف اور مطیع بن جاؤ اُس کے اس سے قبل کہ تم پر عذاب آجائے اور پھر کہیں سے تمہیں مدد نہ مل سکے۔ اور پیروی اختیار کر لو اپنے ربّ کی بھیجی ہوئی کتاب کے بہترین پہلو کی قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں کوئی شخص کہے "افسوس میری اُس تقصیر پر جو میں اللہ کی جناب میں کرتا رہا، بلکہ میں تو اُلٹا مذاق اُڑانے والوں میں شامل تھا۔" یا کہے "کاش اللہ نے مجھے ہدایت بخشی ہوتی تو میں بھی متقیوں میں سے ہوتا" (الزمر:57-53)۔ اللہ نے ہدایت کے لیے قرآن بھیجا ہے، لیکن آزاد مرضی کی وجہ سے اسے مسلط نہیں کیا جاسکتا، اسے قبول کرنا رضاکارانہ ہے۔ جزا کے دن، جن لوگوں نے اس کی پیروی کی ہو گی، وہ فلاح پائیں گے، اور جن لوگوں نے اسے مسترد کیا، وہ برباد ہوں گے۔ اللہ کی رحمت کو واضح کرنے کے لئے، میں سورۃ بروج میں مذکور کہانی پر گفتگو کروں گا۔ یمن میں ایک توحید پرست عیسائی قبیلہ رہتا تھا، اس کے حکمرانوں نے ان کے مذہب کو زبردستی تبدیل کرانے کی کوشش کی۔ انکار پر، پورے قبیلے کو آگ کے گڑھوں میں زندہ جلادیا گیا۔ اور خود اس کے آس پاس بیٹھ کر انہیں زندہ جلتا دیکھ کر لطف اندوز ہوتے رہے۔ اس پر رحیم ربّ نے فرمایا: جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں پر ستم توڑا ہے اور **پھر اس سے تائب نہیں ہوئے**، یقیناًاِن کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور جلائے جانے کی سزا ہے (بروج:10)۔ میں صدقے، رحیم ربّ نے ان کے لئے توبہ کا دروازہ بند نہیں کیا۔ اے مسلمانو، توبہ کے ساتھ اپنے ربّ کی طرف رجوع کرو اور اپنی اصلاح کرو، وہ الرحیم ہے معاف کر دے گا۔ یہ بھی یاد رکھو کہ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ: اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتے ہیں اور فخر جتاتے ہیں۔ جو خود بُخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بُخل کرنے پر اُکساتے ہیں۔ ہم نے اپنے رُسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا، اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں... یہ اس لیے کیا گیا ہے کہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کون اُسے بن دیکھے اس کی اور اُس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے (الحدید 25-23)۔ اسی طرح، اللہ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو خلوص دل سے اس سے ہدایت نہیں مانگتے۔ سب سے مہربان ہونے کے ناطے، اس نے قرآن مجید میں سورۃ فاتحہ کی تعلیم دی، جو نماز کی ہر رکعت میں تلاوت کی جاتی ہے، جس میں ہم دعا کرتے ہیں: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا، جو

معتوب نہیں ہوئے جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں(الفاتحہ:7-1)۔آمین! نماز میں ہم غافل ہو کر، بغیر سمجھے اور بغیر کسی نیت کے اسے پڑھ کر گزر جاتے ہیں، اور امید کرتے ہیں کہ ہمیں ہدایت ملے گی۔اگر ہمیں اس کی ضرورت نہیں، تو اللہ کو بھی ہماری رہنمائی کرنے کی ضرورت نہیں، وہ بے نیاز ہے۔اگر وہ چاہتا تو سب کو مسلمان بنا دیتا۔**اے اللہ، ہم تیرے باغی نہیں، ہمارے گناہوں سے صرفِ نظر فرما۔آمین!**

اے مسلمانو، نیکی کرنا آسان ہے لیکن اسے محفوظ رکھنا دس گنا زیادہ مشکل ہے۔یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن جو اعمال بچیں گے ان کا دس گنا بدلہ دیا جائے گا۔لہذا، اپنے نیک اعمال کی حفاظت کرنا سیکھو۔اے مسلمانو، معافی تلافی کے بغیر حقوق العباد معاف نہیں ہوتے۔اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ ایمان والوں کی دو چیزیں معاف نہیں کرے گا شرک اور مخلوق کے حقوق۔جب ہم کسی کے حق غصب کرتے ہیں تو، یہ ایک ایسا قرض ہے جس کی معافی تلافی اس دنیا میں کی جانی چاہیئے، **بصورت دیگر آخرت میں بڑی قیمت ادا کرنا پڑے گی،** انتخاب ہمارا ہے۔ایک حدیث میں نبیؐ نے صحابہ سے پوچھا، "کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے"؟ صحابہ نے جواب دیا، وہ شخص جس کے پاس دولت، جائیداد وغیرہ نہیں۔نبیؐ نے فرمایا "نہیں"۔ صحابہ نے استفسار کیا "پھر کون"؟ آپؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص نیک اعمال کے پہاڑ لے کر آئے گا، لوگوں کی ایک لمبی قطار لگ جائے گی، جن کے اس نے حقوق غصب کئے تھے، جن کی اس نے غیبت کی، جن سے زیادتی کی، وغیرہ۔بدلہ میں انہیں اس کے نیک اعمال دیے جائیں گے، یہاں تک کہ اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی، پھر بھی ایک لمبی قطار باقی ہو گی۔اب اُن کے گناہ اِس کے پلڑے میں ڈال دیئے جائیں گے، پھر اس پر لعنت بھیج کر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔اے مسلمانو، ڈرو اس دن سے جب ہماری نیکیاں مظلوموں کے پلڑے میں ڈال کر ختم ہو جائیں گی، اُن کے پلڑوں میں جن کو ہم نے تکلیف پہنچائی تھی، تب ہم خسارے میں ہوں گے۔انصاف کا تقاضا ہے کہ مخلوق کے حقوق مظلوم ہی معاف کرے۔اے مسلمانو، قیامت کے دن، جہاں ماں اپنے بچوں کو ایک نیکی نہیں دے گی، وہاں ہمیں تلافی اپنی نیکیوں (آخرت کی کرنسی) کے ذریعہ کرنی پڑے گی، اگر نیکیاں کم پڑ گئیں، اور ہم میں سے اکثر کی نیکیاں کم پڑ جائیں گی، تو معاوضے میں ہمیں ان کے گناہوں کا بوجھ اٹھانا پڑے گا، اور پھر جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔اے اللہ ہمارے دلوں کو نرم فرما۔اے مسلمانو، اس کی ہمیں سب سے زیادہ فکر ہونی چاہیے تھی، بدقسمتی سے، اس کی ہمیں فکر ہی نہیں۔**اے مسلمانو، جنت نہ وراثت ہے اور نہ ہی مفت ملتی ہے، ہمیں اس کے لیے سخت جدوجہد اور محنت کرنا ہو گی۔**

اے مسلمانو! رسول اللہؐ قرآن اور آپؐ کی سنت کی تعلیمات پر عمل کرنے والوں کی شفاعت کریں گے۔ ان لوگوں کا کیا بنے گا جو نبیؐ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، اور قیامت کے دن نبیؐ ان کے خلاف شکایت

کنندہ ہوں گے ،ان کے خلاف جنہوں نے قرآن کی تعلیمات کو نظر انداز کیا، جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:
اور رسولؐ کہیں گے "اے میرے ربّ، میری قوم کے لوگوں نے اس قرآن کو نشانۂ تضحیک بنا لیا تھا"
(فرقان: 30)۔اے امتِ محمدؐ، اگر نبیؐ ہمارے خلاف شکایت کنندہ ہوں گے تو کیا کوئی ہمیں بچانے کے لئے ہماری شفاعت کر سکے گا؟ آج عمومی طور پر امت کی حیثیت سے، ہمارے اعمال قرآن کی تعلیمات کے منافی ہیں۔ ہم بے انصاف ہیں، ہمارا عدالتی نظام 128 ممالک میں سے 120 ویں نمبر پر آتا ہے، یعنی ہمارا عدالتی نظام انتہائی کرپٹ نظام ہے۔ ہماری سرکاری مشینری اور لوگ بد عنوان ہیں، اور پھر بھی ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمیں نبیؐ سے محبت ہے۔ ہم کس محبت کی بات کر رہے ہیں؟ قیامت کے دن، رسول اللہؐ اپنے امت کے ان لوگوں کے خلاف شکایت کنندہ ہوں گے جنہوں نے قرآن کے احکامات کی نافرمانی کر کے اس کا مذاق اڑایا تھا۔ لٰہذا، واپس لوٹ آؤ قرآن کی طرف، اور اسے سمجھ کر پڑھو اور اس پر عمل کرو۔
اے مسلمانو، اس کتاب کے باب مقصدِ تخلیق کو بار بار پڑھو، یہاں تک کہ یہ ہمارے دلوں کو پگھلا دے، انہیں نرم کر دے، مجبور اور مفلسوں کے لئے ہمدردی پیدا ہو جائے، بے سہاروں کے لئے احساس پیدا ہو جائے وغیرہ۔ اے مسلمانو، ہم ننگے، کمزور اور کنگلے پیدا ہوئے تھے، ہم نے اس دنیا سے ایک سفید چادر، صفر طاقت اور خالی ہاتھ واپس جانا ہے۔ جب ہم پیدا ہوئے تھے، کسی نے ہمیں ہمارا پہلا غسل دیا تھا، اسی طرح، جب ہم مریں گے تو کوئی ہمیں ہمارا آخری غسل دے گا۔ جب ہم پیدا ہوئے تھے تو، کسی نے ہمارے ایک کان میں اذان اور دوسرے میں اقامت کہی تھی، ہمارا جنازہ بغیر اذان اور اقامت کے پڑھایا جائے گا، تو پھر ہم کیوں مغرور، بدنیت، حاسد، نفرت کرنے والے، ناراض رہنے والے اور خود غرض بن گئے ہیں۔ یہ چیزیں نہ صرف ہمیں تکلیف دیتی ہیں بلکہ معاشرے میں بگاڑ پیدا کرتی ہیں۔ لٰہذا، اپنے آپ کو نرم خو، نگہداشت کرنے والا اور فراخ دل بناؤ۔ اے مسلمانو، ہم نے تو معاشرے کی بہتری کے لئے کوشش کرنی تھی، چاہے مسلم ہوں یا غیر مسلم، ناانصافی نہیں۔ اُسی طرح جیسے بارش کسی ایک خاص مقام کا انتخاب نہیں کرتی، اسی طرح، ہماری نیکی، نرم دلی کو ہر جگہ اپنا اثر چھوڑنا چاہیئے، جس سے تمام مخلوق کو اور خاص طور پر انسانیت کو فائدہ پہنچے۔ پہلے مسلمان تو چیونٹیوں اور یہاں تک کہ آوارہ کتوں کو جو ان کے دروازے پر آجاتے، انہیں کھانا دیا کرتے تھے۔ آج ہم میں سے اکثر فضول خرچ، دکھاوا کرنے والے اور کنجوس بن گئے ہیں۔ کیا اسلام نے ہمیں یہ درس دیا تھا؟ ہم اپنے ربّ کا سامنا کیسے کریں گے؟ دو چیزیں جو ہمیں جنت کے قریب کریں گی وہ ہیں: اللہ کا خوف، نیک اعمال اور اچھا کردار۔ اللہ کا خوف ہمیں ظلم سے

روکے گا، اور ہمیں نرم دل بنائے گا، جبکہ اچھا کردار معاشرے پر اچھا اثر ڈالے گا، غیر مسلموں کو اسلام کے مطالعہ کی تحریک دے گا، اور انہیں اپنے ربّ کے قریب کر دے گا۔

اے مسلمانو، ہمیں دنیا میں سب سے زیادہ تعلیم یافتہ قوم ہونا چاہیے تھا (اور جب ہم تھے، ہم نے انصاف کے ساتھ دنیا پر حکمرانی کی)۔ بدقسمتی سے، آج ہم دنیا کی سب سے زیادہ ناخواندہ، اور ناانصافی کرنے والی قوم بن گئے ہیں۔ جب تک ہم اپنے آپ کو قرآن کی تعلیم سے آراستہ نہیں کرتے، ہم اپنے آپ کو اور انسانیت کو کیسے فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ جہالت کی وجہ سے، ہم بدمزاج، بدزبان، اخلاقی طور پر کنگال اور ناانصافی کرنے والی قوم بن چکے ہیں۔ ہم قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر لوگوں کو قتل کرنا پسند کرتے ہیں۔ کیا اسلام اس کی اجازت دیتا ہے؟ نہیں، اسلام انصاف کا تقاضا کرتا ہے مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لئے یکساں۔ حضرت علیؓ جب خلیفہ تھے تو ان کا زرہ بند چوری ہو گیا تھا۔ ایک دن انہوں نے دیکھا کہ ایک یہودی شخص اسے پہنے ہوئے ہے۔ علیؓ نے اس سے کہا، "یہ میرا زرہ بند ہے، جو چوری ہو گیا تھا"۔ یہودی نے آپؓ کے دعوے کو ماننے سے انکار کر دیا۔ علیؓ نے عدالت میں دعویٰ دائر کیا۔ مدعی ہونے کے ناطے، انہیں یہ ثابت کرنا تھا کہ یہ زرہ بند آپؓ کا ہے۔ آپ ثابت نہ کر سکے، اور مقدمہ کا فیصلہ مدعیٰ علیہ کے حق میں دے دیا گیا۔ فیصلے کے بعد یہودی شخص نے علیؓ کو زرہ بند واپس کیا اور اسلام قبول کر لیا۔

اے مسلمانو، اللہ کے حقوق (احکام کی تعمیل نہ کرنے) کو سچی توبہ پر معاف کر دیا جاتا ہے، جبکہ مخلوق کے حقوق کے لیے معافی تلافی ضروری ہے۔ وہ مقدمات جن کی معافی یا تلافی نہیں ہوئی ان کا فیصلہ قیامت کے دن ہو گا۔ لہٰذا، اللہ سے مغفرت طلب کرو، اور مخلوق کے معاملات کو دنیا میں حل کر لو۔ قیامت کی سزائیں دیرپا اور انتہائی سخت ہیں۔ ڈر جاؤ! نبیؐ دن میں سو سے زیادہ مرتبہ اللہ سے توبہ کرتے تھے۔ آپؐ نے مرضی سے غربت کی زندگی بسر کی، کیونکہ اللہ مساکین سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ میں اپنی پرانی مثال دہرانا چاہتا ہوں: فرض کریں میں آپ کے بچے کو ہراساں کرتا ہوں جس سے آپ بہت پیار کرتے ہیں، آپ کا کیا ردِ عمل ہو گا؟ اگر آپ میں طاقت ہو گی تو آپ میری ہڈیاں توڑ دو گے۔ آپ کی بچے کے ساتھ محبت ماں سے ایک تہائی ہے۔ اللہ جو اپنی مخلوق کو ماؤں سے ستر گنا زیادہ پیار کرتا ہے، اس نے کہا ہے کہ وہ مخلوق کے حقوق معاف نہیں کرے گا۔ ہم سزا سے کیسے بچ پائیں گے؟ اے مسلمانو، ہمیشہ انسانیت کی بہتری چاہو، اللہ تمہارے دشمنوں کو تمہارا مطیع کر دے گا۔ نیکی ایسے کرو، جیسے بارش جگہ نہیں دیکھتی بلکہ ہر جگہ کو سیراب کرتی ہے۔ اے مسلمانو، غرور، خواہ دولت کا ہو، رتبے کا ہو، خوبصورتی کا ہو، نسب کا ہو یا

تقویٰ کا ہو، یہ ہمیں برباد اور رسوا کر دیں گے۔ اگر ہم اپنی ادنیٰ تخلیق کو یاد رکھیں تو ہم خود کو تکبر سے بچا سکتے ہیں۔ اللہ تکبر کو پسند نہیں کرتا۔ اللہ ہمیں مغرور بننے سے بچائے۔ آمین!

اے مسلمانو، صد افسوس آج اسلام ہماری ترجیح نہیں، اسی لیے ہم فجر کے لیے نہیں اٹھتے لیکن بزنس میٹنگ کے لیے اٹھ جاتے ہیں۔ چونکہ سب سے اعلیٰ انعام جنت پر ہمارا یقین نہیں؟ یاد رکھو جو قسمت میں لکھا ہے وہ مل کر رہے گا۔ اے مسلمانو، ہر طرف دنیا میں خود نمائی اور مشہور ہونے کی دوڑ لگی ہے، یہ دنیا آپ کو جلد بھول جائے گی، اگر مشہور ہونا ہے تو فرشتوں میں مشہور ہونے کی کوشش کرو، وہ کچھ نہیں بھولتے، سب کچھ اپنے پاس لکھ لیتے ہیں۔ یہ دنیاوی زندگی صرف چند دن یاد ہائیوں کی ہے، ہر ایک کو مرنا ہے۔ اے مسلمانو، جب تم لحد میں اتارے جاؤ گے، تو تمہاری ہر محبوب چیز تم سے جدا ہو جائے گی ماسوائے نیک اعمال کے، لہٰذا، اپنی نیکیوں سے محبت کرنا سیکھو یہ تمہاری شفاعت کریں گی۔ اے مسلمانو، دنیا کی ہوس میں نہ پڑو یہ فنا ہو جائے گی، اور جو چیز اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والی ہے۔ لہذا، اللہ کی راہ میں زیادہ خرچ کرو تا کہ یہ محفوظ ہو جائے۔ اے مسلمانو، ڈرو اس دن سے جب اللہ کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا، لہٰذا، اپنے نفس کو اور اپنی خواہشات کو اس کی فرمابرداری کے تابع کر دو۔ اے مسلمانو، دنیاوی جاہ و جلال میں نہ پڑو، اللہ کے ہاں سب سے عزت دار وہ ہے جو اس کا تقویٰ رکھتا ہے۔ اے مسلمانو، مال و جاہ کی وجہ سے آپس میں نفرتیں، بغض اور حسد نہ پالو۔ یہ اللہ کی تقسیم ہے، لہٰذا، اس پر راضی ہو جاؤ۔ اے مسلمانو، اپنے دلوں میں کسی کے لیے دشمنی نہ پالو، شیطان تمہارا دشمن ہے، لہٰذا، اسے اپنا دشمن جانو۔ اے مسلمانو، دنیاوی رزق کے لیے اپنے نفس کو غلط کاموں سے ذلیل نہ کرو، رزق دینا اللہ کا اختیار ہے۔ لہٰذا، اس کے حقوق پر سمجھوتہ کبھی نہ کرنا۔ اے مسلمانو، اپنا دار و مدار مال و متاع کی بجائے اللہ پر کرنا سیکھو، اللہ ہمارے لیے کافی ہے۔ اے مسلمانو، یاد رکھو اللہ ہر حاجت سے بے نیاز اور غنی ہے، جبکہ ہم ہر چیز کے لیے اس کے منگتے اور فقیر ہیں۔ قرآن کہتا ہے: نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے (الرحمان 60)؟ چونکہ اللہ ہر چیز سے بے نیاز ہے، لہٰذا اللہ نے جو ہم پر احسان کیے ہیں، اس کا بدلہ مخلوق پر احسان اور صلہ رحمی ہے۔ اے مسلمانو، انسان کے دل کو مطمئن کرنے والی واحد ہستی اللہ کی ہے، جس نے اسے بنایا ہے، لہٰذا اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو۔

قرآن ہمارے بارے میں کیا کہتا ہے: لوگو! ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب بھیجی ہے جس میں تمہارا ہی ذِکر ہے، کیا تم سمجھتے نہیں ہو (الانبیاء 10)؟ چلیں قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کیا کہتا ہے: ہم

نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا، پھر اسے الٹا پھیر کر ہم نے سب نیچوں سے نیچا کر دیا، سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ اُن کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے(التین 6-4)۔ قرآن میں مذکور سب سے پہلے گروہ، وہ ہیں: جو اپنے ربّ کا حکم مانتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں، **ہم نے جو کچھ رزق انہیں دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں**(الشوریٰ38)۔ اُن کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں، اپنے ربّ کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے ہیں، **اور جو کچھ رزق ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں**(الشوریٰ 16)۔ جو اپنے ربّ کے حضور سجدے اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں(فرقان 64)۔ راتوں کو کم ہی سوتے تھے، پھر وہی رات کے پچھلے پہروں میں معافی مانگتے تھے **اور ان کے مالوں میں حق تھا سائل اور محروم کے لیے**(ذاریات 19-17)۔ **اور اللہ کی محبّت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں** (اور اُن سے کہتے ہیں کہ) **"ہم تمہیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں، ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ"**(الدھر 9-8)۔ **جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں خواہ بدحال ہوں یا خوشحال** جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں۔ ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں(آل عمران 134)۔ کیا ہم ان میں سے ہیں؟ اگر آپ ہیں تو آپ خوش نصیب ہیں، میں نہیں ہوں، اللہ ہم سب کو ان جیسا بنائے۔ آمین! دوسرا گروہ جس کا قرآن تذکرہ کرتا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کا کردار اس طرح کا ہے۔ (اور وہ ان لوگوں کے لیے بھی ہے) جو ان مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی ایمان لا کر دار الہجرت میں مقیم تھے۔ یہ اُن لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے اُن کے پاس آئے ہیں **اور جو کچھ بھی ان کو دے دیا جائے اس کی کوئی حاجت تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دُوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔** حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں(الحشر:9)۔ قرآن میں کچھ اور لوگوں کا ذکر آتا ہے جن کے اخلاق اس طرح کے ہیں: اور اپنے ربّ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور اگر غصہ آ جائے تو در گزر کر جاتے ہیں، جو اپنے ربّ کا حکم مانتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں، **ہم نے جو کچھ رزق انہیں دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں**،(الشوریٰ 38-37)۔ ہائے اللہ، میں ان میں سے اپنے آپ کو کہیں بھی نہیں دیکھتا! قرآن میں مزید تذکرہ ہے ان لوگوں کا جن کا کردار ایسا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے کہ جب اِن

سے کہا جاتا "اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے"۔ تو یہ گھمنڈ میں آجاتے تھے اور کہتے تھے **"کیا ہم ایک شاعر مجنون کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں"** (صافات 36-35) ؟ مزید بتاتا ہے کہ: **جب اکیلے اللہ کا ذِکر کیا جاتا ہے تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل کُڑھنے لگتے ہیں، اور جب اُس کے سوا دوسروں کا ذِکر ہوتا ہے تو یکایک وہ خوشی سے کھل اُٹھتے ہیں** (مشرک) (الزمر 45)۔ آگے بڑھتے ہوئے، قرآن ان لوگوں کا تذکرہ کرتا ہے جن سے جب پوچھا گیا: "تمہیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی؟ وہ کہیں گے "ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے **اور مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے**، (اور حق کے خلاف باتیں بنانے والوں کے ساتھ مل کر ہم بھی باتیں بنانے لگتے تھے، اور روزِ جزاء کو جھوٹ قرار دیتے تھے، یہاں تک کہ ہمیں اُس یقینی چیز سے سابقہ پیش آگیا (المدثر 47-42)۔ مزید ایک گروہ کے بارے میں قرآن کہتا ہے: بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے ہیں، حالانکہ در حقیقت وہ مومن نہیں ہیں وہ اللہ اور ایمان لانے والوں کے ساتھ دھوکا بازی کر رہے ہیں، مگر در اصل وہ خود اپنے آپ ہی کو دھوکے میں ڈال رہے ہیں اور اُنہیں اس کا شعور نہیں ہے۔ ان کے دلوں میں ایک بیماری ہے جسے اللہ نے اور زیادہ بڑھا دیا، اور جو جھوٹ وہ بولتے ہیں، اُس کی پاداش میں ان کے لیے دردناک سزا ہے (البقرہ 10-8)۔ اے اللہ، ہم آپ سے پناہ مانگتے ہیں کہ ہم ان گروہوں میں سے ہوں، اور خود کو ان سے بری الذمہ کرتے ہیں۔ قرآن کے مزید صفحات پلٹنے پر اسے لوگوں کا تذکرہ ملا: جنہوں نے اپنے قصوروں کا اعتراف کر لیا ہے۔ ان کا عمل مخلوط ہے، کچھ نیک اور کچھ بد۔ بعید نہیں کہ اللہ ان پر پھر مہربان ہو جائے کیونکہ وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے (التوبہ 102)۔ ہائے مالک، یہ قریب ترین گروہ ہے جو میرے کردار سے ملتا ہے۔ اے اللہ، مجھے معاف فرما، میری رہنمائی فرما اور مجھے ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل فرما۔ آمین! اے لوگو، ذرا اپنے گروپ کے بارے میں سوچو اور غور کرو، اور اپنے کردار کی اصلاح کرنے میں جلدی کرو اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے۔

دعا

اے اللہ ! محمدؐ پر اور محمدؐ کی آل پر درود اور برکتیں اور سلامتی بھیج۔ واقعی، آپؐ قابل ستائش اور بلند شان والے ہیں۔ اے اللہ ! ساری حمد تیرے لیے ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی رحم کرنے والا، احسان کرنے والا اور آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے۔ اے جلال اور عطاء و بخشش والے، اے زندہ وجاوید، اے آسمانوں اور زمینوں کو تھامنے والے۔ تو میرے لیے کافی ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے تجھ پر بھروسہ کیا اور تو ہی عرشِ عظیم کا مالک ہے اور تجھ ہی سے فریاد کرتا ہوں۔ اے اللہ، مجھے ایسا بنادے کہ میں تجھ سے ڈروں جیسے میں تجھے دیکھ رہا ہوں، کیونکہ ایک دن تجھ سے میری ملاقات ہونی ہے۔ میری مدد کرتا کہ مجھ میں تقویٰ پیدا ہو، اور مجھے عذاب میں مبتلانہ کرنا۔ اے اللہ، مجھے توفیق دے کہ میں تجھے دل کی گہرائیوں سے پیار کروں، اور اپنی سعی کے ذریعہ تجھے راضی کروں۔ اے اللہ جن لوگوں نے دعا کے لیے کہا، ان کے، میرے والدین کے، میرے اور میرے بیوی بچوں، میرے بہن بھائیوں، عزیز واقارب، دوست احباب اور کل مسلمین کے صغیرہ کبیرہ گناہوں کو معاف فرما۔ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرما، ہدایت یافتہ بنا، ہماری نیتوں اور عمل کو اپنے لیے خالص کردے، ہماری نیک جائز حاجات کو پورا فرما، ہم سب کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرما، آپس کے معاملات کو درست فرما، ایک دوسرے کے لیے پیار محبت والفت پیدا فرما، ہماری عبادات میں خشوع و خضوع پیدا فرما، قبولیت والا بنا، ہمارے دلوں میں اپنی خشیت بھر دے اور ہمیں اپنا صابر و شاکر بندہ بنا۔ آمین ! اے اللہ، میں موت سے پہلے توبہ اور موت کے وقت راحت کا سوال کرتا ہوں، موت کے بعد مغفرت اور راحت کا سوال کرتا ہوں، حساب سے خلاصی اور جنت کی کامیابی اور جہنم سے نجات کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ ! میں تیرا بندہ ہوں، اور تیرے بندے اور بندی کا بیٹا ہوں میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، میری ذات پر تیرا ہی حکم چلتا ہے، میری ذات کے متعلق تیرا فیصلہ سراپا عدل وانصاف ہے، میں تجھے تیرے ہر اس نام کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ جو تو نے اپنے لیے خود تجویز کیا، یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو وہ نام سکھایا، یا اپنی کتاب میں نازل فرمایا، یا علم غیب میں اسے محفوظ رکھا، کہ تو قرآن کریم کو میرے دل کی بہار، سینے کا نور، غموں کے لیے باعث کشادگی اور پریشانیوں سے دوری کا ذریعہ بنادے۔ اے اللہ، اے عظمت اور فضل کے مالک، تو ہی میرا ربّ ہے، تو نے مجھے مٹی سے پیدا کیا، مجھے اپنے عہد اور وعدہ پر قائم رکھنا، تاکہ میں ہر حال میں تجھے

پکاروں۔ میں عاجزی کے ساتھ ان تمام نعمتوں کااقرار کرتاہوں جو تونے مجھے دی ہیں۔ میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتاہوں، مجھ پر رحم فرما۔ مالک میں مانتاہوں کہ میں معافی کے قابل نہیں اور میں یہ بھی جانتاہوں کہ تیری رحمت میرے گناہوں سے بہت وسیع ہے، تیری محبت مجھ سے ستر ماؤں سے بڑھ کر ہے۔ میرے مالک، میں پھر تیری رحمت سے کیسے ناامید ہو سکتاہوں، تو معاف کر دے تیرے سوا کوئی معاف نہیں کر سکتا۔ مالک اگر تونے معاف نہ کیا، تو میرے پاس تیرے در کے سوا کوئی در نہیں۔ میری ساری امیدیں تیری رحمت سے وابستہ ہیں، سوہنیا مجھے بے سہارا نہ چھوڑنا، تو میرا نجات دہندہ ہے، اور میرا آخری ٹھکانہ تیرے اختیار میں ہے۔ اے میرے مالک، میں اندھیروں میں بھٹک رہاہوں، تو میری رہنمائی فرما اور مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تجھے اپنا سب سے زیادہ محبوب بنالوں۔ مجھے اپنے ہاں عزت والا بنادے، میں اس قابل تو نہیں پر اس کا محتاج ہوں۔ میری رہنمائی فرما اور مجھے اپنے راستے پر کامیابی کی امید دے۔ میں تیرے در پر گڑگڑا رہاہوں، مجھ ناخلف کو اپنے غلام کے طور پر قبول کرلے، مالک میں تیرا باغی نہیں، میرا اشمار باغیوں میں نہ کرنا۔ میری زندگی گناہوں میں بسر ہوئی، سوہنیا مجھے اپنی رحمت سے محروم نہ کرنا۔ مالک، میں ستر سال کا ہو گیاہوں، میری روانگی کا وقت قریب ہے، میرا جسم دکھتاہے اور میں کمزور ہو رہاہوں۔ اے اللہ، میں تیرے سامنے سجدے میں پڑاہوں، میرے اعضاء، میری ہڈیاں، میرا گوشت تیرا مطیع ہے۔ اے اللہ اپنے اس حقیر غلام کو معاف فرما۔ اے میرے رحیم ربّ، مجھے ان لوگوں میں سے بنا جو جنت میں تیرے روشن چہرے کا دیدار کریں گے۔ میرے مالک، میری خواہش ہے کہ تو مجھے ان لوگوں میں سے بنا جن پر تونے رحم کیا۔ مالک! مجھے تو اس وقت تک زندہ رکھ جب تک میرے لئے زندگی دین، دنیا اور آخرت کے لیے بہتر ہو اور مجھے موت دے دینا جب دین، دنیا اور آخرت کے لیے موت بہتر ہو۔ اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتاہوں اور اس قول و عمل کا جو مجھے اس کے قریب کر دے۔ اور یا رحیم! میں جہنم سے تیری پناہ مانگتاہوں اور اس قول و عمل سے جو مجھے اس کے قریب کر دے۔ یا کریم، ہر اچھائی کو میرے لیے لکھ دے اور جو کچھ تونے میرے لئے مقدر کیاہے اس کا انجام خیر کر۔ اے اللہ مجھے صرف اپنا محتاج بنا، صرف اپنا، صرف اپنا۔ اے اللہ، میرا خاتمہ ایمان پر ایسے کرنا کہ تو مجھ سے راضی ہو۔ اے اللہ درود و سلام بھیج محمدؐ پر اور آپ کے اہل و عیال پر اور صحابہ کرام پر اور کل مسلمین پر۔ آمین!